



حق آسمیا اور باطل سٹ لیا، بے شک باطل (نے) شٹا ہی تھا
مسلمانوں میں فتنہ پھیلانے والے ایک نئے فرقے کی بنیاد
کے متعلق برطانوی جاسوس

ہمفرے کے اعترافات

عبدالوہاب نجدی کون تھا ۱۷۹۴ء

عبدالوہاب نجدی کو کس نے عالم اسلام میں فتنہ برپا کرنے پر آمادہ کیا ۱۷۹۴ء

ایک ایسا واقعہ جو انگریزوں کی ذہنیت کو ظاہر کرتا ہے !!

ایک ایسی تحریر جسے چھپانا جہنم ہے !!

ایک ایسا اعتراف جو حقائق سے پردہ اٹھاتا ہے !!

ایک ایسی سازش جس سے ہر مسلمان کا باطن ہوا ضروری ہے !!

..... ناشر

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	اسلام سے لے کر آخرت کی بات
طبع	ماہنامہ سراج القرآن لاہور
صفحات	112
گرد زنج	ایم ایم انعام المہر
تأثر	
قیمت	70/- روپے

..... ملنے کا پتہ

تمجید

بمقام ہشوزند اندر موزویں ورنہ

حکم خداوندی کی تعمیل سے انظار میں... آئے اسحت کا طوق پہنا یا گیا اور دہشتوں میں دھکیلا یا گیا... یہ ایشیا تھا جو کبھی ملک اندر پا... لیکن اب ماعون و مرود ہے... اس کا خون تھا کہ آدھ اس سے بہہ نہیں... لہذا کیوں ان کی تعظیم کرے... اس نافرمانی پر مرد دربار کا مظہر، انوشیروان کھانے لگا... "پس ضرور اولاد ہم کو کراہ کریں گا"۔ خالق ناکات نے ادا دیا تو آکا کو کر... کیا اسے دوست بنائے؟... وہ بھڑکتی ہوئی آگ کا ایسٹھن بنے گا ج... چنانچہ ایلیس لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنی خود ساختہ توحید کے ساتھ کمر بستہ ہو گیا... کبھی ضروری صورت میں صلب آرام ہوا تو کبھی فرعون کی شکل میں معرکہ آرامہ رہا... ولادت خاتم الانبیاء ﷺ کے وقت پر چلا جلا کر روایا... پھر ایو جیل کو ہم قوام بن گیا اور ضرورت پڑنے پر "شیخ خجری" بن کر نبی و کرم ﷺ کے خلاف منصوبہ سازی میں شریک ہوا... مدینہ طیبہ میں عبداللہ ابن ابی کی وصلہ لڑائی کے علاوہ منافقین کا ساتھ دینا رہا... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پہلے چاہ ڈرتا... کیونکہ آپ توحید جبریل کے مقابلے میں توحید وائیس کا پرچار کر کے والے منافقین کو نبی النار کر کے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرتے... آخر کار جب اس لعین کو موقع ملا تو بے حد بن گیا... اور کربلا کے میدان میں گھسٹان نبوت پر "افاسیو مدھ" لکھنا ہوا ٹوٹ پڑا... لیکن تیرے سینے علیہ السلام... جو طغی کر رہے ﷺ کی گواہی میں تھی وہ ہے... جو دربار نبوت ﷺ کے نشانوں پر سوار ہے... اور سرتاج رسالت ﷺ کی پشت مبارک پر تشریف فرما ہے... شریعت مصلوئی کی حفاظت کے لیے نبرد آزما ہونے... اور بے حدت کو خاک میں ملا دیا... وغیا والوں نے "الحسین عقی" کے کھلاؤ سے دیکھے تھے... لیکن اب "الاعین الحسین"

کے مناظر دکھائی دیتے تو سامانِ فطرت حیرت کی وینا میں گم ہو گیا۔۔۔

وقت گزرتا رہا۔۔۔ مسلمان امن و سکون کے ساتھ اپنے نبی کی تعلیمات پر عمل کرتے رہے۔۔۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سرشار رہا۔ ایمانِ حاکم و غالب رہے۔ عروج کے پہلے اہلسن کو بھلا کب گوارا تھے؟۔۔۔ میدان کربلا میں شکست کھا کر دوا شیطانی پر یہ جیت کے زبر میں الجھ چکا تھا۔۔۔ چنانچہ ایک مرتبہ پھر اہلسن نے حشر اپنا دلا اور مسلمانوں کے ایمان پر شبہ ڈال مارنے کے لیے سر اٹھانے لگا۔۔۔ اہل کفر و کفر بھی دوشیار ہو گئے۔۔۔ معروف برطانوی جاسوس اسمگلر نے "اورنگ زب" و اہلسن کی قیادت میں نجد سے آئیے والے ایک گروہ کے حرمین شریفین پر قبضہ کیا تو انہوں نے صدائے احتجاج بلند کی۔۔۔ لیکن اہلسن کا شن باری رہا۔۔۔ وقت آن پہنچا تھا کہ تمام تقسیم کی نافرمانی پر سزا ملنے کا دھمکا کر رہا کیا جائے۔۔۔ چنانچہ اس نے اپنے نجدی دوستوں کے ذریعہ تعظیم کے ہر اس نشان و نمائندگی کو بھڑکھڑائی کی۔ جس کی عظمت مسلمانوں کے ایمان کی بنیاد ہے۔۔۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں اور صالحین کے آثار و آثار کو محض و مومن کو ہتھم کیا گیا۔۔۔ اپنے ہاتھ دھو کر اپنے ہاتھوں کا دھواں اڑانے کے چھوڑنے والوں نے ہیکر ان کو حید پر مہیا، سوز و غمات چپا دیے۔ اور اس اہلسنی سہارت کے ذریعہ اپنا دائرہ کار پھیلاتے چلے گئے۔۔۔ پھر مصر میں اہلسن کو حید کے ہر اہم پہنچے تو اہل نظر و نظر اب میں جھٹکا ہو گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو ہر ممکن طریق سے بیدار کرنے کی کوشش کی۔۔۔ چنانچہ اہل کفر نے اہلسن کے مشن کو ان اللہ لا میں عیاں کیا۔۔۔

وہ فاذ کشک کہ موت سے ڈرتا نہیں اور

دون محمد ﷺ اُن کے ہاں سے نکال دو

لکھ عرب کو دے کر فرنگی تخیلات

اسلام کو جائز، ممنوع سے نکال دو

پھر مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ریاست کا مطالبہ کیا گیا تو اہلسن کے سامنے

والے یہاں بھی سرگرم عمل رہے۔۔۔ ورنہ اہل کفر کو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی:

ہجرتِ نبویؐ خاتمہِ رموزِ دہلیا درہ

نورِ ہند حسین احمد اہل چہ بولچہ است

سرد بر سر منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خرد مقام محمد ﷺ مرقی است

مصلحتی برسائے لوٹلے را کہ دین ہر دوست

اگر ۔۔۔ از مہدی تمام پوچھی است

ایسی عجیبی لوگ دین کی ریزہیں ابھی تک نہیں سمجھ پائے۔۔۔ دون حسین احمد

دوبندری کہتے ہیں کہ قدرِ عجیب بات ہے کہ ہر مذہب کو کہتا ہے: "تو میں اوطان سے نفی

ہوں"۔۔۔ محمد ﷺ کے مقام سے کتنا بے خبر ہے؟ اپنے آپ کو مصلحتی کہہ سکتا ہے۔۔۔

رستہ کو دین اسی چیز کا نام ہے اور ایمان، کلمہ نہیں چنانچہ تمام کی تمام یہاں ہے۔۔۔

اہل حق و عجب، ہے اور اہلسن کے حامی کا کام ہو گئے۔۔۔ لیکن توحید جبریل پر

اہلسن کو حید کا حملہ مسلسل جاری ہے۔۔۔ آئیے اہم کی طرف توجہ دیکھتے۔۔۔ لیکن انعام

والوں کی راہِ ضرور مانگتے ہیں۔۔۔ "اللہ ان کی عیسیٰ و عیسیٰ دیکھتے ہیں پر اللہ تبارک و تعالیٰ

جل شانہ کا انعام ہوا ہے۔۔۔ جو آجائے بلش رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں۔۔۔ جو

خولید عثمان الدین تاشکی امیری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف ہیں۔۔۔ جو شیخ عبدالقادر

جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں۔۔۔ جو قلمِ عالم حضرت خولید اور محمد مہاروی رحمۃ

اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں۔۔۔ جو فیضِ عالم حضرت خولید نامہ رسول تو کیر و کر رحمۃ اللہ علیہ

کے نام سے مشہور ہیں۔۔۔ جو میاں شہ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف ہیں اور جو

حضرت کرمانیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں۔۔۔

الہد جا رک و تانی کا احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں سچے انعام والے عطا کیے اور پھر ان کی شکست اختیار کرنے کا حکم بھی دیا۔۔۔ لہذا انکم مسندہ والے۔۔۔ تعلیم کرنے والے۔۔۔ اور۔۔۔ اطاعت کرنے والے۔۔۔ بڑے خوش قسمت ہیں کہ انعام والے ہیں رہتے ہیں۔۔۔ انہی انعام والوں میں میرے محترم ہر طریقت عالمی انعام اللہ بھی برکاتی وامت پر کاہم (علیہ السلام) حضرت کریم (الے) شامل ہیں۔۔۔ جن کا شمار شد اصمہ الشیخ (الشیخ) بابا کی سید میر علی شاہ بخاری وامت پر کاہم اللہ سید کے شہنشاہ انعام یا لیکارن میں ہوتا ہے۔۔۔ یہ سید علی و تربیت میں آپ کا کردار ناقابل فراموش ہے۔

والسلام الی یوم القیام

ملک شاہ اللہ اعوان

ایضاً "مکتبہ حضرت کریم والہ"

الحرم الحرام ۱۴۲۶ ہجری

سوموار، ۲۹ فروری ۲۰۰۵ء

حوالہ جات

(۱) سورتہ اعراف ۱۸۰

(۲) سورتہ الحج ۴

(۳) بعض الانب، از علامہ ابو القاسم کبلی، جلد اول، پہلی ۱۸۱

(۴) نگارش محمد علی از مولانا محمد علی، ج ۱، ص ۳۶ تاریخ خیر و حجاز، ص ۲۳۷

(۵) مشرب قیوم، حکیم الامت، ڈاکٹر محمد اقبال، ص ۱۰۸

(۶) مشرب قیوم، حکیم الامت، ڈاکٹر محمد اقبال، ص ۱۶۶

(۷) سورتہ انفاس ۶-۵

(۸) سورتہ قیوم ۱۹

جمہور سے لے اپنی دائری میں لکھا ہے کہ

مدتوں حکومت برطانیہ اپنی عظیم نوآبادیوں کے بارے میں بڑے سنجیدگی اور اس کی سلطنت کی حدود نے اتنی وسعت اختیار کی کہ اب ہلا، یورپ، مغرب میں ہوتا تھا۔ لیکن ہندوستان، چین اور مشرق وسطیٰ نے ملک آباد اور دیگر بڑے ملکوں کو اپنی طرف سے دے بھی جزیرہ برطانیہ بہت چھوٹا دکھائی دیتا تھا۔ حکومت برطانیہ کی سامراجی پالیسی بھی ہر ملک میں کجس نوعیت کی نہیں ہے۔ بھل نما ملک میں عثمانی حکومت ظاہر اہل کے لوگوں کے ہاتھ میں ہے لیکن بدکردار سامراجی نظام کا رفاہیہ دور اب؟ میں کوئی کسر باقی نہیں ہے کہ وہاں ملک اپنی جاہری آزادی کو ترک نہ کرے کی کو میں چلے آئیں۔ جب ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے نوآبادیاتی نظام پر نظر ڈالیں کہ اس میں کس طرح سے ہلا ہوا ہے کیا وہ ہیں۔

(۱) ایسی تدابیر اختیار کریں جو سلطنت کی نوآبادیوں میں اس کے شہر و ملک کو بچنے کو مستحکم کریں۔

(۲) ایسے پروگرام مرتب کریں جن سے ان علاقوں پر ہمارا اثر و رسوخ قائم رہے جو ابھی ہماری نوآبادیاتی نظام کا شکار نہیں ہو سکے ہیں۔

انگلستان کی نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت نے مذکورہ پروگراموں کو روپیہ مل لائے کے لیے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ وہ نوآبادیاتی یا نیم نوآبادیاتی مدتوں میں جاسوسی اور حصول اطلاعات کے لیے نوڈروانہ کرتے۔ میں نے نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت میں ملازمت کے شروع ہونے سے حبس کر دیکر دیکھا کہ ظاہر کیا۔ خاص طور پر "ایسٹ انڈیا کمپنی" کے امور کی جانچ پڑتال کے سلسلے میں اس کمپنی کا مگر دیکھنے میں مجھے وزارت خزانہ میں ایک ایسے جہ سے پرکار ہو گیا۔ لیکن یہ جگہ ہر عمارتی نوعیت کی تھی مگر درحقیقت جاسوسی کا اڈا تھا اور اس کے قیام کا مقصد ہندوستان میں ان صورتوں یا ان راستوں کی تلاش تھی جن سے ڈریسے اس سرزمین پر مکمل طور پر برطانیہ کا اثر و رسوخ قائم ہو سکے اور مشرق وسطیٰ

ہ اس کی گرجت مٹو کی جاسکے۔

ان دنوں انگلستان کی حکومت ہندوستان سے بڑی مطمئن اور پے گھر تھی کیونکہ قومی انقلابی اور انقلابی اختلافات شرق وسطی کے رہنے والوں کو اس بات کی فرصت ہی کہاں رہ سکتا ہے جتنے کہ وہ انگلستان کے جائزہ اور سرور کے خلاف کوئی شورش نہ پا سکیں۔ یہی حال چین کی سرزمین نا بھی تھا۔ یہ وہ انگریز شخص جیسے مردہ مذاہب کے پیرکاروں کی طرف سے بھی انگریزوں کو کوئی خطرہ لاحق نہیں تھا اور ہندو چین میں نظریات سے نا بھی اختلافات کے پیش نظر یہ بات بعید از قیاس تھی کہ وہاں کے رہنے والوں کو اپنی آزادی اور استقلال کی فکر ہو۔ یہی وہ ایک موضوع تھا جو کسی ان کے لیے غافل توجہ نہیں رہا۔ تاہم یہ سوچنا بھی غیر دانشمندی ہے کہ آئندہ کے پیش نظر وفاقا باہم بین الاقوامی قوموں کو اپنی طرف متوجہ نہیں کرینگے۔ پس اس بات سامنے آئی کہ تاریخی تدابیر اختیار کی جائیں جن سے ان قوموں میں بیداری کی صلاحیت متغیر رہو جائے۔ یہ تدابیر طویل الیہ عادی پروگراموں کی صورت میں ان سرزمینوں پر جاری ہونے جو تمام کے تمام فقر، بے چارگی، بیماری اور غربت کی بنیاد پر استوار تھے۔ ہم نے ان علاقوں کے لوگوں پر ان معیشتوں اور بد معیشتوں کو اور کرتے ہوئے یہ مدت کی اس ضرب لٹل کو اپنا جس میں کہا گیا ہے۔

"ہمارا کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور یہ دیکھنا کہ وہاں سے نہ جانے دو

بالا خروہ و دلاوری کز دہشت کے باوجود پسند کرنے لگے گا۔"

ہم نے باوجود اس کے کہ اپنے دور سے بیکار یعنی سلطنت عثمانی سے کسی قراردادوں نے اپنے فائدہ میں دستخط کروائے تھے تاہم نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کے ماہرین کا کہنا تھا کہ ایک صدی کے اندر ہی اس سلطنت کا پلہ پلہ ٹکڑا ہے۔ ہم نے اسی طرح امرائوں کے زعماء سرگرم عمل رہے اور باوجود اس کے کلام کو بگاڑ کر دہشت ستانی عام کر دی، بادشاہوں کے لیے پیش و عشرت کے سامان فراہم کیے اور اس طرح ان مملکتوں کی بنیادوں

نوکسیا حد تک پہلے سے زیادہ سحر کر لیا گیا تاہم عثمانی اور ایرانی سلطنتوں کی کمزوری کو سامنے رکھتے ہوئے یہی ذیل میں بیان کی جانے والی بعض وجوہات کی بنا پر ہم اپنے حق میں کچھ زیادہ مطمئن نہیں تھے اور وہ اہم ترین وجوہات یہ تھیں۔

(۱) لوگوں میں اسلام کی حقیقی روح کا اثر و نفوذ جس نے انہیں بہادر ایسے پاک اور پر عزت بنا دیا تھا اور یہ کہتا ہے جانے ہوگا کہ ایک عام مسلمان انداز میں دنیا و دنیاوی امور ایک چاروی کا ہم پلہ تھا۔ یہ لوگ کسی صورت میں بھی اپنے مذہب سے دستبردار نہیں ہوتے تھے۔ مسلمانوں میں شیعہ مذہب کے پیروکار جن کا تعلق ایران کی سرزمین سے ہے، عقیدہ اور ایمان کے اعتبار سے زیادہ مستحکم اور زیادہ خطرناک واقع ہوئے ہیں۔

شیعہ حضرات عیسائیوں کو نہیں اور کفر مطلق سمجھتے ہیں ان کے نزدیک ایک عیسائی ایسی متعفن خلافت کی حیثیت رکھتا ہے جیسے اپنے درہمان سے ہٹا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ ایک دلدل میں لے ایک شیعہ سے پوچھا:

"تم لوگ نصاریٰ کو خداوند کی نگاہ سے کیوں دیکھتے ہو حالانکہ وہ

لوگ خدا، رسول اور دو دنیا میں پر ایمان رکھتے ہیں؟"

اس نے جواب دیا: "حضرت محمد ﷺ صاحب علم اور صاحب حکمت پیغمبر تھے اور وہ جانتے تھے کہ اس انداز سے کافروں پر دباؤ ڈالیں کہ وہ دنیا اسام قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں۔"

سیاسی سیاست میں اس کا جب بھی حکومتوں کو کسی فرد یا گروہ سے فائدہ ہوتا ہے تو وہ اپنی ریف پر اختیار کرتی ہیں اور اسے راتے سے پہنچے پر بھروسہ کرتی ہیں کہ بالآخر اپنا حق انصاف سے پاؤں گے اور اس پر تسلیم کر دے۔ عیسائیوں کے نفس اور ناپاک انداز نے مسلمانوں کی نگاہ پر ناپاکی نہیں بلکہ باطنی ناپاکی ہے اور یہ بات صرف عیسائیوں تک

محمدؐ انہیں سے لگا۔ اس میں زبردستی بھی شامل ہیں جو قومی اعتبار سے ایرانی ہیں، اسام انہیں بھی "نا پاک" کہتا ہے۔

میں نے کہا: "اچھا انگریزائی تو خدا رسول اور آفرین پر ایمان رکھتے ہیں۔"

اس نے جواب دیا:

"ہمارے پاس انہیں کافر اور غیر گوارے کیے لیے دو دلیلیں ہیں پہلی دلیل تو یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ (نور اللہ) محمد ﷺ جھوٹے ہیں۔ ہم بھی ان کے جوابدہ کہتے ہیں کہ تم لوگ نا پاک اور غیر ہو اور یہ تعلق محض کی بنا پر ہے۔" دیکھا کہ "تو ہمیں دکھ ہونے لگے تم بھی اسے تکلیف دو۔"

دوسرے یہ کہ عیسائی انہما اور ملین پر جموں آجیتیں باغی تھے جیسا کہ جو در لیک بڑا گنہگار ان کی بے رحمی سے متاثر ہو سکتے ہیں۔

"مطہر علیؒ کیا اسلام (نور اللہ) شراب پیتے تھے اس لیے سنت اسی میں گنہگار ہوئے اور انہوں نے سولی دی گئی۔"

مجھے اس بات پر اچھا آگیا اور میں نے کہا:

"عیسائی بڑا زاریا نہیں کہتے"

اس نے کہا:

تم نہیں جانتے "اسلام مقدس" میں یہ تمام چیزیں وارد ہیں۔"

اس کے بعد اس نے کچھ نہیں کہا اور دیکھتے تھے کہ وہ بیعت بول رہا ہے۔ آخر چپٹیل نے سنا تھا کہ بعض افراد نے عقیدہ اسلام پر بیعت کی نسبت کیا ہے لیکن میں اس سے زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں یہ ایماندار نہ چھوٹ جائے اور لوگ نہریا اہلسنت سے واقف نہ آجائیں۔

(۲) مذہب اسلام تاریخی پس منظر کی بنا پر ایک تربیت پسند مذہب ہے اور اسلام کے سچے پیروکار عیسائی کے ساتھ خاموشی قبول نہیں کرتے۔ ان کے پورے وجود میں

گزشتہ ظلموں کا غور درج کیا ہوا ہے یہاں تک کہ اپنے اس: تو راں اور پرتو درویش بھی وہ اس سے دشمن رہا ہونے پر تیار نہیں ہیں۔ ہم اس بات پر قائل نہیں ہیں کہ: دین اسلام کی من و ملی تفسیر پیش کر کے انہیں یہ بتائیں کہ یہاں ہی گزشتہ ظلموں کی کامیابی ان حالات پر منحصر تھی جو اس زمانے کا تقاضا تھا مگر اب زمانہ بدل چکا ہے اور نئے تقاضوں نے ان کی تلک لے لی ہے اور اب گزشتہ درویش وادبی دشمن ہے۔

(۳) ہم ایرانی اور حکامی تلوگوں کی دور اندیشیوں اور پیاریوں اور نادر ایماں سے متلوگوں نہیں تھے اور ہر آن یہ کیڑہ رہتا تھا کہ انہیں دورانی سامراجی پالیسی سے باخبر ہو کر انہما سے دھڑلے پانی نہ پیئیں دیں۔ یہ لوگوں کو تلوگوں کی پہلی جان ہو چکا ہے بہت کمزور ہو چکا جس کا ان کا اثر و رسوخ صرف اپنی سر زمین کی حد تک محدود تھا۔ دوسرے اپنے ہی علاقے میں: نار بے خلاف اسلحہ اور پیہر جمع کر سکتے تھے۔ ہم ان کی بددینی ہماری آئندہ کامیابیوں کے لیے ہم اطمینان کا سبب تھی۔

(۴) مسلمان علماء بھی ہماری متلوگوں کا باعث تھے۔ جامعہ الازہر کے سنی اور ماہیان و عراق کے شیعہ مراجع ہمارے امام اسرار مقاصد کی راہ میں ایک عظیم رکاوٹ تھے۔ یہ علماء جدید علم و تمدن اور نئے حالات سے کسر پہنچے تھے اور ان کی تنہا توجہ اس جنت کے لیے تھی جس کا وعدہ وقرآن نے انہیں دے رکھا تھا۔ یہ لوگ اس قدر مضبوط تھے کہ اپنے موقف سے ایک انچ پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھے۔ بادشاہ اور امرا مراد سے تمام افراد میں کے اگے چھوٹے تھے۔ اہل سنت حضرات شیعوں کی نسبت اپنے حاکم اس اندر نور و فضل تھے اور ہم دیکھتے رہا کہ حکامی سلطنت میں بادشاہ اور شیخ الاسلام کے درمیان بیحد خوبگوار تعلقات برقرار رہے تھے اور علماء کا احترام کرتے تھے۔ مذہبی علماء سے ان کا ایک تعلق تھا، تلوگوں کا کام اسلامی کو وہ دیکھنا زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ یہ حال مسلمانوں اور علماء کی قدر دانی سے متعلق شہود اور عینی نظر بات کا یہ فرق تو با بائی ملاوٹ کی وزارت اور انگریزوں کی تلکوت کی دورانیوں کی جاپاٹ نہیں تھا۔

ہم نے کئی بار ان مالک کے ساتھ آپس کی چھید و کنواریوں کو دور کرنے کے سلسلے میں گفتگو کی۔ پیشہ ورانہ گفتگو نے کئی گامی کی صورت اختیار کی اور ہم نے اپنا راستہ بند پایا۔ ہمارے جاسوسوں اور سیاسی کارکنوں کی درخواستیں بھی ساتھ مذاکرات کی طرف بری طرح ناگہم کر دیں۔ پھر بھی ہم ناامید نہیں ہوئے کیونکہ ہم ایک مضبوط اور برقی قلب کے مالک تھے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ نوادہ پانی علاقوں کے وزیر نے لندن کے ایک مشہور پاورٹی اور ڈسٹرڈیکٹ سربراہوں کے ساتھ ایک اجلاس منعقد کیا جو دس تین گھنٹے تک جاری رہا اور جب یہاں بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو سکا تو پاورٹی نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا:

”آپ لوگ اپنی زمینیں پسند نہ کر رہے ہیں اور حوصلہ کام لیں۔ عیسائیت تین سو سال کی رحمتوں اور درد بردی کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کی شہادت کے بعد گھبراہٹ میں لیکن ہے اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم و عبادت ہم پر ہو اور ہم تین سو سال بعد کے فردوں کو اپنے لئے میں کا سیاب ہوں۔ میں ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے آپ کو نکم ایمان اور پائیدار میرٹس پر حرج کریں اور ان تمام وسائل کو بروئے کار لائیں جو مسلمان مخلوق میں عبادت کی ترویج کا سبب ہوں۔ اور اس میں ہمیں صدیوں کا عرصہ بھی گزارنا ہے تو ہم اگلے کی کوئی بات نہیں، آج کا جہاد اور آج کے لئے تیار ہوئے ہیں۔“

ایک دفعہ پھر نوادہ پانی علاقوں کی وزارت میں روسی فرانس اور برطانیہ کے اعلیٰ درجہ والے سفیران کافرنس کا اہم وفد کے فرانس کے شرفاء میں سیاسی وفود مذاہنی شخصیتیں اور دیگر مشہور شخصیات شامل تھیں۔ جس اتفاق کے میں بھی وزیر قریبی تعلقات کی بنا پر اس کافرنس میں شریک تھا۔ وہ وفد اسلامی ممالک میں سامراجی نظام کی ترویج اور اس میں فتنے لے والی دشواریاں تھا۔

شرکاء و غور و نگاہ اس بات میں تھا کہ ہم کس طرح مسلم علاقوں کو درہم برہم کر سکتے ہیں اور ان کے درمیان نفوذ کا بیج کاشت کریں۔ گفتگو ان کے ایمان کے پتوں کے سلسلے میں تھی۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو قریبی طرح راہروا است پر لایا جاسکتا ہے جس طرح ایجنسی کی صدیوں کے بعد یسائیوں نے آفریقہ میں چلا آ یا تھا۔ کیا یہ وہی ملک نہیں تھا جہاں مسلمانوں نے فتح کیا تھا؟ کافرنس کے نتائج کیا دیوا ملے تھیں تھے۔ میں نے اس کافرنس میں پیش آنے والے تمام واقعات کو اپنی کتاب ”عظیم مسیح کی مسرت ایک پرواز“ میں بیان کر دیا ہے۔

حقیقتاً مشرق سے مغرب تک پھیلا اور پھیلنے والے نظم اور نثار و درشت کی بڑوں کو تھکا تھکا آسان کاٹ نہیں۔ پھر بھی میں ہر قسم پان دشواریوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ عیسائی مذہب اسی وقت تا سیاب ہو سکتا ہے جب ساری دنیا اس کے قبضہ میں آ جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کو اس چال بازی کی کیا مشارت دی ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی کامیابی ان اجتماعی اور تاریخی حالات سے وابستہ تھی جو اس دور کا تقاضا تھا۔ ایمان و رہم سے وابستہ مشرق و مغرب کی سطحیں کا انحراف دراصل بہت کم عرصے میں حضرت محمد ﷺ کی کامیابی کا سبب بنا۔ مسلمانوں نے ان عقیدہ طاقتوں کو زیر کیا۔ یہاں تک کہ مختلف ہونے لگے اور اسلامی ممالک بڑی تیزی سے ریزہ ریزہ ہو رہے تھے۔ عیسائی مسلمانوں سے اپنے چاند روز بروز قریبی کی راہ پر گامزن ہیں۔ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ عیسائی مسلمانوں سے اپنے چاند چھائیں اور اپنی کھلی ہوئی عظمت و دورہ حاصل کریں۔ اس وقت سب سے بڑی عیسائی حکومت عظیم برطانیہ کے ہاتھ میں ہے جو نہ کے طول و عرض میں اپنا سنا بھانے ہوئے ہے اور اب چاہتا ہے کہ اسلامی مملکتوں سے ہر وہ آزادی کا پرہیز ہم ہی کے ہاتھ میں ہو۔

ایک بار انگلستان کی نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت نے مجھے معمر عراقی ایرانیان و تجار اور ان کے مرکز اشتراک آج کا اشتراک اس وقت کا قاضی علیہ تھا کی جاسوسی پر

ماہور کیا۔ لیکن ان حالات میں وہ راہیں تلاش کرتی تھیں جن سے مسلمانوں کو درہم برہم نہ کرے۔ مسلمان ملک میں سامراجی لکھ مارا گیا جاسکے۔ میرے ساتھ نو آبادیاتی طاقتوں کی وزارت کے لئے اور بہترین تجربہ کار جاسوس اسرائیلی ملک میں اس کام پر مامور تھے اور بڑی جلدی سے انگریز سامراجی نظام کے تسلط اور نو آبادیاتی طاقتوں میں اپنے اثر نفوذ کے لئے ہر ممکنہ عمل کرتی تھی۔ ان دنوں اور متعدد دہائیوں میں سرمایہ فرمایا گیا تھا۔ یہ لوگ بڑے عرصے بعد فلسطین اور بالخصوص یمن اور اطلاعات سے بہرہ مند تھے۔ ان کو امریکا، وزیر اعظم، حکومت کے تعلیمی مجاہد اور ملے اور دوسرے ملکوں کی مکمل فرسٹ دی گئی تھی۔ نو آبادیاتی طاقتوں کے جہازوں وزیر نے نہیں روانہ کرتے۔ دوسرے خدا حافظی کے وقت جو بات کہی، وہ آج بھی اچھا ٹھیک ٹھیک یاد ہے۔ اس لئے کہا تھا:

”تمہاری کامیابی ہمارے ملک کے مستقبل کی آئینہ دار ہوگی لہذا اپنی تمام قوتوں کو دینے والا کرنا تاکہ کامیابی تمہارے قدم پر ہے۔“

میں خوش خوش، بخیر کی بنا کرتے اور یہ استنباط کے لیے رات بول میرے ذمے آ رہا تھا کہ میں پہلے ترکی زبان پر عبور حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہاں کی قومی زبان تھی۔ میں نے لندن میں ترکی زبان کے پندرہ الفاظ سیکھ لیے تھے۔ اس کے بعد مجھے عربی زبان، قرآن، اس کی تفسیر اور دیگر قاری سیکھنا تھی۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کسی زبان کو سیکھنا اور ادبی قواعد، فصاحت اور ہر دے کے اعتبار سے اس پر چرکی دھڑکن رکھنا اور مختلف زبانوں پر لکھنا۔ مجھے یہ اہم دینی و علمی کتب تھیں کہ میں ان زبانوں میں لکھی جاتے، اصل کتبوں کے ترجمہ میں اور ہر کتابوں میں زبان کے اعتبار سے لکھی جاتیں۔ وہ کسی زبان کو ایک سال میں ویسے جانتے ہیں اس پر عبور حاصل کرنے کے لیے یہاں کا وقت و زحمت دیتا ہے۔ میں اس بات پر یقین تھا کہ میں نے ملکی زبانوں کو اس طرح سمجھوں گا کہ میں ان کے قواعد و اصول کا کوئی نقطہ فراموش نہ کروں کوئی میرے ذہن، اپنی یا عربی، ہونے پر شک نہ کرے۔

ان تمام تعلقات کے باوجود میں اپنی کامیابی کے سلسلے میں ہر اس بات میں تھکا کیونکہ میں مسلمانوں کی طبیعت سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ ان کی کشادہ قلبی، حسن ظن اور مہمان نواز طبیعت جو ان کے آداب و سنت سے اترنے میں بھی آگاہیں جیسا ان کی طرح بدگلی اور بدظنی پر معمول میں کرے گی اور پھر دوسری طرف سے ملکی حکومت اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ اس کے پاس افغانستان اور غیر ملکی جاسوسوں کی کارروائیاں معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور ایسی کوئی اور ذریعہ جو مجھے تھا جو حکمران کو ان کا مکتوب حواس سے خبر رکھ سکے۔ فرما دیا وہ اس کے مصداق میں پورے طور پر کمزور ہو چکے تھے۔

کئی مہینے کے بعد کہ دینے والی ساری کے بعد حکمران نے اپنی دانہ لگا کر نہیں بیچنے۔ جہاز سے اترنے سے پہلے میں نے اپنے لیے ”محمد“ کا نام تجویز کیا اور جب میں شہر کی جامع مسجد میں داخل ہوا تو وہاں لوگوں کے اجتماعات، نظم و ضبط اور صفائی ستھرائی دیکھ کر خوش رہا اور دل ہی دل میں کہا: آخر یہاں ہمارا پاک و لافرا کے آزار کے درمیان؟ اور یہاں ان سے ان کی اسلاف جیسے پرستے ہوئے ہیں؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس قسم کے تاشاقت امور کی جو بڑی تھی؟ لیکن یورپانی میں نے اس شیطانی دوسروں اور اہل خیالات کو ذہن سے ہٹا دیا۔ اس وقت کا یہ خیال آیا کہ میں بڑے ملائی، ملکی کی نو آبادیاتی وزارت کا ملازم ہوں اور مجھے اپنی فراہمی، یا نہ تو اہل سے اجتناب دینے چاہئیں اور نہ سے اکٹھے ہونے کا غور و خیر کیونکہ تکلیف جاتا ہے۔

میں میری والدہ سے فراموشی میں یہی ملاقات اہل تہذیب کی ایک بڑے بیٹے سے ہوئی۔ اس کا نام احمد آفندی تھا وہ ایک بہت صاحب فضل اور نیک طبیعت کا لڑکا تھا۔ میں نے اپنے باپوں میں ایسی بڑا رکھی تھی کہ میں نے وہاں رات رات میں مشغول رہتا تھا اور نہ دینی اور نہ دنیوی میں مہارت حاصل کی تھی۔ وہاں خدا کو انسانیت کا مظہر کامل سمجھتا تھا اور آپ کے سنت و اپنی زبان کی کامل نظر رکھتا ہے۔ وہ تھا۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

اور میں سمجھتا تھا کہ یہ جنگ لڑائی دہانوں اور مسوحوں کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔
کبھی کبھی میرے مسوحوں سے سوال بھی جاری ہو جاتا تھا کہ میں ایسا کرنے پر مجبور تھا
کیونکہ ہمسوے پہلے مسواک کرنا سنت ہو کہ وہ بیان کیا گیا تھا اور اس کے لیے بہت ثواب اور
نسیات بہان کی گئی تھی۔

میں استیصال میں قیام کے دوران راتوں کو ایک مسجد میں درہنہ تھا اور اس کے
لوہوں وہاں کے خدمت کو جس کا نام مروان آبی تھا کچھ فرسودہ تھا۔ وہ ایک بد اخلاق و
مفسد و فاسق تھا اور اپنے آپ کو خلیفہ اسلام کے ایک صحابی کا ہم نام سمجھتا تھا اور اس نام پر ذرا
فخر کرتا تھا۔ ایک بار اس نے مجھ سے کہا

”مگر مجھے خدائے تعالیٰ سے تپکس صاحب اولاد کیا تو تم اپنی بیٹے کا نام مروان
دیکھنا کیونکہ اس کا شمار امام کے علم پر لوہوں میں ہوتا ہے۔“

رات کا کھانا میں غلام کے ساتھ کھاتا تھا اور جب کا تمام دن جو مسلمانوں کی چلو
اور چلی کا ان تھا غلام کے ساتھ گزارتا تھا۔ جنت کے باقی دن ایک بڑی چٹائی میں
نام کرتا تھا اور وہاں سے مجھے ایک حقیر سی رقم مل جایا کرتی تھی۔ اس پر مینی کا نام خالہ تھا۔
وہ پھر کھانے کے وقت وہ ہمیشہ فاتح اسلام ”خالد بن ولید“ کا ذکر کرتا تھا اور اس کے
فدائی بیان کرتا تھا اور اسے اس کا مقدر میں گورنا تھا جن کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ اسلام نے
پرست اٹھائی۔ ہر چند حضرت عمر سے اس کے تعلقات کچھ زیادہ استوار نہ تھے اور اسے یہ
کہنا تھا کہ اگر خلافت انہیں ملی تو وہ سے حضرت مل گویں گے اور دیا ہی ہوا۔

لیکن خالد بڑی اچھے کردار کا حامل نہ تھا تاہم اپنی زبان و شکر و دل سے کچھ زیادہ
حق تھا۔ ہر دہر میں وہ تھا جس کا جب میں نے ایک علوم سے دیکھا۔ اس لیے کہ میں بڑے ہیست لعل
کے اس کے ہر نام کو بھالاتا تھا اور اس سے مذہبی امور پاسنے نام کے بارے میں کسی قسم کا
کوئی بحث و مباحثہ نہیں کرتا تھا۔ لیکن اور وہاں خانی دوسنے پر میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے اچھی

نظر دوس سے نہیں دیکھ رہا ہے۔ شیخ احمد نے مجھ سے کہا کہ بد فعلی اسلام میں بہت بڑا گناہ
ہے لیکن پھر بھی خالد اس فعل کے ارتکاب پر مجبور تھا۔

دو دین وراثت کا کیا ہوا، پابند نہیں تھا اور وہ حقیقت میں معنی و اور صحیح ایمان کا آدمی
نہیں تھا۔ دہ صرف احمد کے چند نام پر سے جایا کرتا تھا اور باقی دنوں میں اس کا نماز پڑھنا
مجھ پر ثابت نہیں تھا۔ بہر حال میں نے اس سے سرمانہ ترتیب ہو کر کیا لیکن کچھ دنوں کے بعد
اس نے یہ نہیں اپنی روکان کے ایک دوسرے کا دیکھ کر ساتھ انجام دیا جو اسے تو مسلم تھا اور
یہودیت سے اسلام میں وارد ہوا تھا۔

میں روزانہ پڑھنے کی دکان میں دوپہر کا کھانا کھا کر نماز کے لیے مسجد میں چلا جاتا
کرتا تھا اور وہاں نماز پڑھتا تھا۔ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر شیخ احمد کے گھر چلا جاتا
تھا۔ اور وہاں وہ مجھے قرآن غزالی میں صرف کرتا تھا۔ قرآن کے علاوہ عربی اور ترکی زبان
بھی سمجھتا تھا۔ اور ہر جمعہ کو ہفتہ بھر عربی و عہد کی دکانوں کے مولانا سے شیخ احمد کے حوالے کرتا تھا
اور یہ دکانوں حقیقت میں شیخ سے ہمراہی ارادت اور لگاؤ کا ایک نمونہ اور شیخ کے درس قرآن کا
ایک حق سائق لفظ تھا۔ قرآن کی تعلیم میں شیخ کا طرز درس بے نظیر و بیعت کا تھا۔ اس کے
علاوہ وہ مجھے اسلامی احکام میں مہارت عربی اور ترکی زبان میں سکھاتا تھا۔

جب شیخ احمد کو حکوم ہوا کہ میں غیر شادی شدہ ہوں اس نے مجھے شادی کا مشورہ
دیا اور اپنی ایک بیٹی میرے لیے منتخب کی لیکن میں نے بڑے مؤدبانہ انداز سے اسے مسترد
کر دیا اور اپنے آپ کو شادی کے لیے ناقابل غماز کیا۔ میں یہ موقف اختیار کرنے پر مجبور تھا
کیونکہ شیخ احمد اپنی بات پر مصر تھا اور ہمارے تعلقات مجھ سے میں کوئی کسر بھی نہیں رہ گئی
تھی۔ شیخ احمد شادی کو بغیر اسلام کی سنت سمجھتا تھا اور اس حدیث کا حوالہ دیتا تھا۔

”دیکھو کہ یہی سنت سے اعراض کرے وہ مجھے نہیں ہے۔“

(عن وجبت عن سنیٰ علیس جینی)

لہذا اس پہانے کے داد میرے پاس اور وہی چارہ نہیں تھا۔ یہ ہے اس معذرت
آپہ جو میں نے شیخ کو ملکہ کر دیا اور پھر اس نے شادی کے متعلق دینی گفتگو نہیں کی اور
بہاری وہی پھر بھی منزل پر آگئی۔ دو سال استنبول میں رہے اور قرآن سہ ماہی اور ترکی
زبانوں کو سیکھنے کے بعد میں نے شیخ سے واپس وطن لانے کی اجازت چاہی لیکن شیخ مجھے
اجازت نہ دینا تھا اور کہتا تھا تم اپنی جلدی کیوں واپس جانا چاہتے ہو؟ یا ایک بڑا خبر ہے۔
یہاں تمہاری ضرورت نہ کی ہر چیز موجود ہے۔ رہنا بے شغیت الہی استنبول میں دینا اور دنیا
و دنیا دہلیاب ہیں۔ شیخ نے اپنی گفتگو کے دوران کہا:

''اب جبکہ تم آسکے ہو اور تمہارے پاس آپ اور زمین برائی کوئی نہیں تو پھر تم
استنبول کو اپنا مسکن کیوں نہیں مانتے؟''

ہم حال شیخ کو میرے دل پر پیش نہ بڑا اسرار تھا۔ اسے مجھ سے تعلق ہو گیا تھا۔
مجھے بھی اس سے بہت دلچسپی تھی مگر اپنے وطن اطمینان کے بارے میں مجھ پر جو فساد و یاں
حادثہ تھا ۸۹ء میرے لیے سب سے زیادہ اہم تھا اور مجھے لندن جانے پر مجبور کر دیا
تھا۔ یہ سب کے سب یہ تھا کہ میں لندن جا کر نوآبادیاتی طاقتوں کی وزارت کو اپنی دو سالہ
کارگزاری کی تکمیل پر اہمیت نہیں دیتا اور وہاں سے ملے ایذا مند حاصل کروں۔ استنبول
میں اس سال کی دہائی کے دوران مجھے عثمانی حکومت کے حالات پر بہرہ ایک رپورٹ لندن
بجلی پڑی تھی۔ میں نے اپنی ایک رپورٹ میں یہ کردار بڑھی سے اس وقت کو بھی لکھا تھا
جو یہ سب کے سب پیش آیا تھا۔ نوآبادیاتی طاقتوں کی وزارت نے مجھے یہ حکم دیا، اگر تمہارے
ساتھ باہمی فائدہ نہیں ملتا ہے تو یہ مسئلہ چھوڑ دینا کی راہ کو اسانا بنانا ہے۔ اس کام میں
کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے جب یہ عبارت پڑھی تو میرا ہیکر اٹھ اٹھا اور میں نے سوچا
تیار اسرار کو شرم نہیں آتی کہ وہ حکومت کی مصلحتوں کی خاطر مجھے اس بے شرمی کی
قریب آہستہ ہیں۔ ہم حال میرے پاس کوئی چارہ نہیں تھا اور دلوں سے اٹھتے ہوئے

اس مژدہ سے جام نوآغری کو صرف تک چلی جانا تھا تاہم میں نے اس حکم کو کوئی دوسرا لیا اور
لندن کے اعلیٰ عہدہ داروں کی اس سہ پہری کی کسی سے شکایت نہیں کی۔ مجھے انوار عہدیت
اور شیخ کی آنکھوں میں آنسو پڑنے اور اس نے مجھ ان الفاظ کے ساتھ رخصت کیا۔

''خدا حافظ ہے! مجھے معلوم ہے اب جب تم لوٹ کر آؤ گے تو مجھے اس دنیا میں نہیں
پاؤ گے مجھے نہ جھڑنا اسلافہ راکٹر نہ پھر اسلام کے حضور نہ ایک دوسرے سے ملیں گے۔''
درحقیقت شیخ احمد کی جہادی تہ میں ایک مرتبہ تک آؤر وہاں اس کے علم
میں تیری آنکھیں آنسو بہاتی رہیں لیکن کیا کیا جا سکتا تھا؟ فراموش کی انجام دینی طاقی
احساسات سے دور ہے۔

میرے دیگر ساتھیوں کو بھی لندن واپس بلا لیا گیا تھا مگر بد قسمتی سے ان میں سے
صرف چٹھہ واپس آنے والی ماندہ چار افراد میں سے ایک مسلمان نہ بڑا تھا اور وہیں مصر میں
رہائش پر تھا۔ اس واقعہ کا نوآبادیاتی طاقتوں کی وزارت کے سیکرٹری نے مجھے بتایا لیکن وہ
اس بات سے خوش تھا کہ خود وہ مجھ سے ان کے کسی راز کو فاش نہیں کیا تھا۔ وہ مرا جاسوس
روی نہ تھا اور وہ شیخ نے اس سے پہلے یہود یا بائبل اختیار کی تھی۔ لیکن اس کی بارے
میں بہت اہمیت تھا۔ اسے کوا تھا کہ کبھی یہودی نہ ہو جاسوس جو اب اپنی نہ زمین میں آگئی بنا
تھا۔ ہمارے راز فاش نہ کیا۔ تیسرا شخص بغداد کے قریب واقع ''سورہ'' میں رہتا۔ اسے
ہلکے ہوئے تھا اور پوچھتے کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ہو تھی تھی۔ نوآبادیاتی
علاقوں کی وزارت اس کے بارے میں اس وقت تک اطلاع ہی جب تک وہ لندن کے
پارلیمنٹ ''منشا'' میں رہتے ہوئے مسلسل ایک سال اپنی رپورٹیں وزارت کو بھیجتا
رہا لیکن اس کے بعد جب کوئی اطلاع نہ ہوئی تو پھر چھوٹش کے باوجود نوآبادیاتی
علاقوں کی وزارت کو اس جاسوس کا کوئی نشان نہ مل سکا۔ حکومت ایک ذرا مدت جاسوس کی
گمشدگی کے متعلق اسے اچھی طرح نہ پڑھی۔ یہ وہ ملازم کے کام کی اہمیت و بڑی ہار کے

۱۔ لاکھ چالیس تھی اور وہ حقیقت اس طرح کے ملازمین میں سے کسی ملازم کی گمشدگی کی اس
 ۲۔ مرادنی حکومت کے لیے کسٹومز شاپنگ تھی جو اسلامی ممالک میں خرید و بیچنے اور انہیں ذریعہ
 ۳۔ کرنے کی ایکسپوز کی تیاری میں مصروف ہو۔

۴۔ دراصل ایک ایسی قوم ہے جو آبادی کے اعتبار سے کم ہونے کے ساتھ
 ۵۔ بڑی اہمیت اور اس کا بڑا بھروسہ رکھتی ہے اور پھر بیک وقت افراد کی کئی قیادت ہمارے لیے شدید
 ۶۔ نقصان کا باعث بنتی ہے۔

۷۔ سیکرٹری نے میرے آخری دو ورک کے اہم حصوں کے مطالعہ کے بعد مجھے اس
 ۸۔ کانفرنس میں شرکت کی دعوت کی جس میں لندن والے گئے پانچ جاسوسوں کی رپورٹیں سنیں
 ۹۔ جانے والی تھیں اس کانفرنس میں جو وزیر خارجہ کی صدارت میں ہو رہی تھی نو آبادیاتی
 ۱۰۔ وزارت کے اعلیٰ عہدہ دار شرکت کر رہے تھے۔ میرے تمام سامعین نے اپنی رپورٹوں کے
 ۱۱۔ اہم حصوں کو پڑھا کر سنا۔ وزیر خزانہ، نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کے سیکرٹری اور بعض
 ۱۲۔ حاضرین نے سیرنگ رپورٹ کو پڑھا اور کہا۔ تاہم میں اس محاسبہ میں تیسرا نمبر پڑھا۔ وہ اور
 ۱۳۔ جاسوسوں نے مجھ سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا جن میں پہلا بی بی جی (G. BELCOUD)
 ۱۴۔ اور دوسرا ہنری فانس (HENRY FANSE) تھا۔

۱۵۔ بات قابل ذکر ہے کہ میں نے ترکی، عربی، عبرانی، عبرانی اور اسلامی شریعت میں
 ۱۶۔ سب سے زیادہ دسترس حاصل کی تھی لیکن مذہبی عقائد کے زوال کے سلسلے میں میری
 ۱۷۔ دلچسپی زیادہ کامیاب نہیں تھی۔ جب تک سیرنگ نے کانفرنس کے اختتام پر یہی اس کمزوری
 ۱۸۔ کا ذکر کیا تو میں نے کہا:

۱۹۔ ان دو سالوں میں میرے لیے دو زبانوں کا سیکھنا، کتب قرآن اور اسلامی
 ۲۰۔ شریعت سے آشنائی، زیادہ اہمیت کی حامل تھی اور دوسرے امور پر توجہ دینے کے لیے
 ۲۱۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ آج آپ کو دیکھ کر میں ان میں سے کسی ایک کو دیکھ کر غریب چوری

۱۔ کر اؤں گا۔ سیرنگ نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم اپنے کام کا سبب ہو رہے ہو
 ۲۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ تم اس اور میں دوسروں سے باہر لے جاؤ۔ آئندہ کے لیے تمہیں
 ۳۔ دو اہم باتوں کا خیال رکھنا ہے۔

۴۔ (۱) مسلمانوں کی ان کمزوریوں کی نشاندہی کرو جو ممکن ہیں کہ کچھ اور ان سے
 ۵۔ مختلف رہوں گے اور میں ان کو پوسٹ ڈالنے میں کامیاب بنانا اہم کرے گا۔ کیونکہ دشمنان پر
 ۶۔ ہماری کامیابی کا راز ان مسائل کی شناخت پر منحصر ہے۔

۷۔ (۲) ان کی کمزوریاں جاننا لینے کے بعد تمہارا دوسرا کام ان میں بیعت و افلاک ہے۔
 ۸۔ اس کام میں پوری قوت صرف کرنے کے بعد دشمنان میں امن کا جانا چاہیے کہ
 ۹۔ تم اپنا شمار صرف اول کے گھریلو جاسوسوں میں ہونے لگا ہے اور تمام اعزازی نشان
 ۱۰۔ کے حضور ہونے لگے۔ وہ ماسکوں میں قیام کے بعد میں نے اپنے چپ کی بجلی
 ۱۱۔ "سیرنگی" سے شادی کر لی جو مجھ سے ایک سال بڑی تھی اس وقت میں
 ۱۲۔ ۱۳ اور ۱۴ سال کی تھی۔ "سیرنگ" ایک دو مہینے دور بیکار رہی تھی لیکن
 ۱۳۔ بڑے دلکش و خفا کی مالک تھی۔ سیرنگ بڑی دلچسپی سے سوازان سلوک تھا اور
 ۱۴۔ میں نے اپنی زندگی کے بہترین دن اس کے ساتھ گزارے۔ شادی کے پہلے
 ۱۵۔ سال ہی میری دینی امید نے مجھے اور میں نے سہمان کا یہ جتنی سے منتظر تھا لیکن
 ۱۶۔ ایسے موقع پر مجھے وزارت خانہ سے یہ حکم۔ حصول ہوا کہ میں وقت ضائع کیے
 ۱۷۔ بغیر فوراً عراقی پانچویں دور میں رہنے سے ملنے کی غلطی کی کہ یہ احتمال تھا۔

۱۸۔ اہم مہیاں دینی جو اپنے پہلے بیچ کے اظہار میں مجھے اس حکم نامہ سے بہت آزار
 ۱۹۔ ہوئے لیکن ملک وطن سے محبت، احساسِ جاہ و علمی اور اپنے ساتھیوں سے رفاقت، تمام
 ۲۰۔ گھر کی لاشیات، اجنبات اور بیچنے کی محبت پر چڑھ گئی اور میں نے بغیر دور کے اس نئی ماموریت
 ۲۱۔ کو قبول کر لیا حالانکہ میری بیوی باہر، چار روز دینی رہی کہ میں اپنی داہلی گونچنے کی پیدائش

تک ملتی رہیں گی۔ جب میں اس سے رخصت ہو رہا تھا تو وہ اور میں دونوں بے تماشا رہ رہتے تھے۔ اس پر مجھ سے زور و زلف طاری تھی اور وہ کہہ رہی تھی: مجھے بھول نہ جاؤ، خط نہ دیکھو، میں بھی اپنے پیچھے کے سفر کی مشقتوں کے بارے میں نہیں لکھتی رہوں گی۔ اس کی باتوں نے میرا دل آتش زدگار ہو گئی کی اس منزل تک پہنچا کہ میں اپنے سفر کو مکہ عس کے لیے ملتی کر دوں لیکن پھر میں نے اپنے آپ کو قہر پا لیا اور اس سے رخصت ہو کر تہ اہکامات حاصل کرنے کے لیے زارت خانہ روانہ کر دیا۔

سندھ میں جہاں کے طویل سفر کے بعد آخر کار میں پھنچا۔ اس شہر میں رہنے والے زیادہ تر وہ ہیں اطراف کے قبائل تھے جن میں ایرانی اور عرب اقوام کے دو قسم زاد شیعہ اور سنی ایک ساتھ رہ رہے تھے۔ پھر میں یساعیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ ایرانی لڑکی میں پہلا موقع تھا کہ میں اہل تشیع اور ایرانیوں سے مل رہا تھا۔ یہاں یہ بات نامناسب نہیں ہوئی اگر میں اہل تشیع اور اہل تشن کے عقائد کے بارے میں تعھر کرتا چلوں۔ شیعہ حضرات، حضرت محمد (ﷺ) کے والد اور چچا زاد بھائی علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے محبت میں اور ان و حضرت محمد (ﷺ) کا برحق جانشین سمجھتے ہیں۔ ان کا ایمان ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) نے ان کے پیش رو کے ذریعہ حضرت علی کو اپنا جانشین منتخب فرمایا تھا اور آپ کے گیارہ فرزند کیے بعد دیگرہ امام اور صلہ خدا کے برحق جانشین ہیں۔

یہی سوچ کے وسط میں حضرت علی اور آپ کے دو فرزند امام حسن اور امام حسین کی خلافت کے بارے میں شیعہ حضرات مکمل طور پر حق بجانب ہیں کیونکہ اپنے مطالعہ سے ہی زیادہ بعض شیعہ روایت دیکھ کر اس واقعہ سے پر دلالت کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی کی وہ ہستی تھے جو ممتاز صفات سے حامل تھے اور صحیح طور پر فوج اور اسلامی حکومت کی سربراہی کے قابل تھے۔ امام حسن اور امام حسین کی امامت کے بارے میں حضرت محمد (ﷺ) کی بہت سی حدیثیں دستیاب ہیں اور ابلیسہ کو بھی ان سے انکار نہیں

ہے اور دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ باقی کوافر اور جانشین کی تردید ہے جو حسین بن علی (علیہ السلام) کی اولاد سے ہیں اور شیعہ حضرات انہیں خصوصاً برحق مانتے ہیں۔ حالانکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ پیغمبر اس افراد کی امامت نہ بخیر یہ جو انہیں یہ اسی لقب دے دیا؟ لیکن اگر محمد (ﷺ) اللہ کے برحق پیغمبر ہوں تو پھر وہ فیہ کی تردید کئے ہیں مہیا کہ حضرت جعفری نے ایک بار رسول کی خبریں دی ہیں لیکن حضرت محمد (ﷺ) کی نبوت تو یہاں تک کے نزدیک مسلم نہیں ہے (۱)۔ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ قرآن، پیغمبر کی نبوت پر مبرہرہ دلیل ہے لیکن میں نے بتا دیا ہے قرآن اپنا پڑھا لیکن کوئی دلیل نہیں ملی۔ (۲)

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن ایک بلند پایہ کتاب ہے اور اس کا مقصد تو قرأت اور انجیل سے بڑھ کر ہے۔ قدیم داستانیں، اسانی اور کام، آداب، تعلیمات اور دیگر باتوں نے اس کتاب کو زیادہ تر زیادہ ممتاز بنا دیا ہے۔ لیکن کیا صرف یہ خصوصیت فوقیت خود (ﷺ) کی سچائی پر دلیل بن سکتی ہے؟ میں جی ہاں کہ ایک حصر نہیں ہے کہ ان اور پڑھنا بھی نہ آدوس طرح ایک اور شی اور کتاب انسانیت کے حوالے کر سکتا ہے۔ یہاں تو کوئی پڑھا لکھا اور صاحب استعداد بھی اپنی پوری ذہن نشینی سے باوجود اپنا ایمان نہیں دے سکتا۔ پھر کس طرح ایک محرمی عرب بطریق تعلیم کے ایک ایسی کتاب کو لکھ سکتا ہے؟ اور جیہاں میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں، "کیا یہ کتاب پیغمبر کی نبوت پر دلیل ہو سکتی ہے؟"

(۱) اگر یہ جہاں سے اس طرح کے لغات خلاف واقع نہیں ہیں، نامی طور پر جب اسے مسلمانوں کی کوئی کے لیے سمجھا گیا ہو۔

(۲) کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی قرآن پڑھنے والا کوئی ایسی جگہ نہ لکھیں اس کی نظر اس آیت پر پڑی ہو جس میں حضرت جعفری نے اپنی اولاد کو ان کی جگہ پر جنت کی بدلت کی خبر اپنے خیراً "وہمیشروا رسول جعفری من بعدی اسمہ احمد" (تورہ صفحہ ۱۶) اس کے بارے میں یہ بات، ملاحظہ فرمائی کہ ان کی ملامت پر میرا خیال آیت "اور وہ ہیں۔"

میں نے اس پر جو میں حقیقت سے آگاہی کیلئے بہت مطالعہ کیا ہے۔ لندن میں جب میں نے ایک پادری کے سامنے اس موضوع کو پیش کیا تو وہ بھی کوئی قابل اطمینان جواب نہ دے سکے۔ قرنی میں بھی میں نے شیخ احمد سے کئی دفعہ اس موضوع پر بات چیت کی۔ سر وہاں بھی مجھے اطمینان نہیں دیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ میں لندن کے پادری کے مقابلہ میں احمد سے اتنی اعلیٰ تر غلط فہمیں کو مستحکم اس لیے کہ مجھے ملو و تھا کہ کبھی میرا اہل نہ مکمل جائے یا چکر ان کم پیچیر اسلام کے بارے میں اسے میری نسبت پر شک نہ ہو جائے۔ بہر حال میں حضرت محمد (ﷺ) کی قدر و منزلت کی عظمت اور بزرگی کا قائل ہوں۔ بے شک آپ کا شمار ان با فضیلت افراد میں ہوتا ہے جن کی کوششیں تربیت بشر کے لیے ناقابل انکار ہیں اور تاریخ اس بات پر مشاہد ہے لیکن پھر بھی مجھے ان کی رسالت میں شک ہے۔ تاہم اگر نہیں بغیر تسلیم نہ جی کیا جائے تو ہم ان کی بزرگی اور افراد سے بڑھ کر ہے جنہیں ہم قبول بھی کرتے ہیں۔ محمد (ﷺ) تاریخ تک وہ مشہور ترین افراد سے زیادہ زندہ رہتے۔ اہل سنت کہتے ہیں حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی (رضی اللہ عنہم) مستند راہ کی بنیاد پر حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ امر خلافت کے متعارف تھے۔ اسی طرح انہیں نے فائدہ کے انتخاب میں قول بغیر کو بھرا کر براہ راست اقدام کیا۔ اس طرح نئے اختلافت اس کے اور ہیں، بالعموم، عیسائیت میں پاتے جاتے ہیں لیکن عیسائی اختلافت کا ناقابل فہم پہلو اس کا اعتقاد یا مسلح جبری رہنا ہے جو حضرت علی اور احمد سے مرکز کرنے کے صدیوں بعد بھی اب تک کسی زور و شور سے ہاتی ہے۔ اگر مسلمان چھٹا مصل سے کام لیتے تو مغزوری اور ان کے اور بھولے زمانے کے بجائے آج کے بارے میں سوچتے۔ ایک دفعہ میں نے شیخ ابنی اختلافت کے موضوع کا اپنی کتاب یا تاریخی مذاکرہ کی وزارت کی سامنے پیش کیا اور ان سے کہا: ”مسلمان اگر زندگی کے صحیح مفہیم کو سمجھتے تو ان اختلافت کو چھوڑ بیٹھتے اور وحدت و اتحاد کی بات کرتے۔“ یہ ایک صبر پسند سے میری بات کا نئے ہوئے کہا۔

تمہارا کام مسلمانوں کے درمیان اختلافت کی آگ بجھانا ہے نہ کہ تم انہیں اتحاد اور یک جہتی کی دعوت دے۔

عراق جانتے پہچانتے یہی لے رہی تھی ایک نشست میں مجھ سے کہا: ہمارے اہم جانتے ہو کہ جنگ اور جھڑپ انسان کے لیے ایک فطری امر ہیں اور جب سے خدا نے آدم کو خلق کیا اور اس کے صلب سے بائبل اور تامل پیدا ہوئے اختلافت نے اسے پیدا کیا اور اب اس کو حضرت عیسیٰ کی وراثت تک اسی طرح جاری رہنا ہے۔ ہم ہرسانی اختلافت کو پانچ باتوں پر تشبیہ کر سکتے ہیں۔

- (۱) نسلی اختلافت
- (۲) قبائلی اختلافت
- (۳) ارضی اختلافت
- (۴) قومی اختلافت
- (۵) مذہبی اختلافت

اس سطر میں تمہارا اہم ترین فریضہ مسلمانوں کے درمیان اختلافت کے خلف پہلوؤں کو سمجھنا اور انہیں ہوا دینے کے طریقوں کو سمجھنا ہے۔ اس سطر میں جتنی بھی معلومات مہیا ہو سکیں تو میں اس کی اطلاع لندن کے کچھ تک پہنچاتا ہے۔ ہم اگر اسلامی ممالک کے بعض حصوں میں کسی شیعہ مسلمان یا کروڑوں کو یا ہم نے حکومت برطانیہ کی عظیم خدمت کی ہے۔ جب تک ہم اپنے نو آبادیاتی علاقوں میں غرضی و فخری مشورہ اور اختلافت کی آگ کو ہوا نہیں دیں گے تو سکون اور فروغ الممالک نہیں ہو سکتے۔ ہم اس وقت تک حقیقی سلطنت کو نگاہ میں رکھتے جب تک اس کے فکر و میں شہر مکی علی قیصر و فساد پر پابند نہ کریں۔ اسے بڑے علاقہ پر آج ہندوں کی پچھری قوم سوائے اس جھکڑ کے

ضروری اخراجات کے لیے مجھے کچھ رقم قرض رہے سکتے ہیں۔ کیونکہ اسلام میں حق مہر اور کیے بغیر کوئی عورت کسی کے عقد میں نہیں آ سکتی۔

آئندہ کچھ دیر سوچ میں رہ گیا اور پھر قرض کی بات کرنے کے بجائے اچانک سر ہلکے کیا اور اچھی آواز میں چہچہا، مجھے نہیں معلوم کیا تمہیں شادی کرنی ہوگی یا پھر جب کی پہلی تاریخ تک کمرہ چھوڑنا ہوگا۔ اس زمانہ جمادی الثانی کی پانچویں تاریخ تھی اور صرف ۲۵ دن بیکار رہا کرتے۔

اسلامی سینکڑوں کے خانوں کے بارے میں ابھی یہاں کچھ تذکرہ نامناسب نہ ہوگا

- | | | |
|----------------|------------------|------------------|
| (۱) نجوم | (۲) مفر | (۳) ریح الاولیٰ |
| (۴) ریح الثانی | (۵) جمادی الاول | (۶) جمادی الثانی |
| (۷) کرب | (۸) شعبان | (۹) رمضان |
| (۱۰) شوال | (۱۱) ربيع الثانی | (۱۲) ذوالحجہ |

ہر مہینہ جاننے کے آغاز سے شروع ہوتا ہے اور ۳۰ دن سے ۱۱ پر نہیں جاتا لیکن کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ مسافر خانے کے مالک کی سخت گیری کے سبب مجھے دو جگہ چھوڑنا پڑی۔ میں نے یہاں بھی ایک درگاہ کی دکان پر اس شرط کے ساتھ قہری کر لی کہ وہ مجھے رہے اور دکانے کی سہولت فراہم کرے اور اس کے عوض ضروری کم دے گا۔ مگر جب سے پہلے ہی غی جگہ منتقل ہو گیا اور درگاہ کی دکان پر پہنچا۔ درگاہ میں عبدالرشید صاحب شریف اور خیر محمد صاحب قنابہ مجھ سے اپنے بیٹوں جیسا سلوک کرتے تھے۔

عبدالرشید اپنی لافلاس شہید تھا اور خیر مسلمان کارہنہ والا تھا۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے فارسی سیکھنا شروع کی۔ وہ چہرے بشت اس کے پاس بھر و میں خیر بانی منع ہوئے تھے جو سب کے سب شہید تھے۔ وہاں نہ کہ ابھر اور ہر کی منتظر ہوئی

تھی۔ کبھی سیاست اور معیشت عنوان غلام دیتا تھا اور کبھی عدلی حکومت کو بڑا بھلا کہا کرتا تھا۔ خاص طور پر سلطنت وقت اور وینشل میں قہر بوسے والا خلیفہ مسلمانوں کی تحقیر کا نشانہ ہوتا لیکن جو جی کوئی انہی کا کب دکان میں آتا وہ سب کے سب خاندان اور ذات اور ذاتی دلچسپی کے متعلق غیر اہم باتیں ہوتے تھیں۔

مجھے معلوم نہیں کہ میں کب کھران کے لیے قابل اعتماد اور وائبر ہونے پر قسم کی منتظر کو جائز سمجھتے تھے۔ یہ بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی کہ انہوں نے مجھ کو اور باغیان کا رہنے والا خیال کیا تھا کیونکہ میں ترکی باغ پیچہ کہتا تھا اور آذر ہائیڈرو کی طرح میرا پیچہ سرخ وسطیہ تھا۔

ان باتوں سب میں ترکستان کا کام کرنا تھا۔ فی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو وہاں آتا جاتا رہتا تھا اور ترکی قاری اور عربی زبانوں میں گفتگو کرتا تھا۔ دو جی طالب علموں کا لباس پہنتا تھا۔ اس کا نام محمد بن عبدالوہاب تھا۔ ایک اچھے اڑنے والا ایک جاہ طلب اور نہایت غصیلہ انسان تھا۔ اسے عدلی حکومت سے سخت نفرت تھی اور وہ ہمیشہ اس کی برائی کرتا تھا لیکن حکومت ایران سے ان کو کوئی سروکار نہیں تھا۔ ترکستان میں عبدالرشید صاحب نے اس کی دوستی کی وجہ مشرب ہے قہری کہ وہ دونوں ہی عدلی غلبہ کرنا سخت ترین دشمن سمجھتے تھے لیکن میرے علم میں یہ بات نہ آئی تھی کہ اس نے عبدالرشید صاحب سے کس طرح دوستی پر جہانی تھی۔ جبکہ یہ سنی اور وہ شیعہ تھا۔ مجھے بھی نہیں معلوم ہو کہ اس نے فارسی کہاں سے سیکھی تھی؟ انہی بھر میں شیعہ سنی مسلمان ایک ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ ان کے رویہ داریاں دوستانہ تھی اور وہاں قاری اور عربی دونوں زبانیں بولی جاتی تھیں تاہم ترکی سمجھنے والوں کی تعداد بھی وہاں کچھ کم تھی۔

محمد عبدالوہاب ایک آزاد خیال آدمی تھا۔ اس کا ذہن شیعہ سنی تشکیلات سے بالکل پاک تھا حالانکہ وہاں بیشتر سنی حضرات شیعہوں کے خلاف تھے اور بعض سنی تشکیلات

کی تکمیل بھی کرتے تھے۔ شیخ محمد کے نزدیک شیخ شافعی، عینی اور مالکی مکاتب فکر میں سے کسی تکلیف لگ کر کسی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی۔ وہ کہتا تھا کہ خدا نے جو کچھ قرآن میں کہہ دیا ہے اس سے وہی ہمارے لیے کافی ہے۔

اسنا چار مکاتب فکر کی داستان چنانچہ یوں ہے کہ حضرت پیغمبر اکرم (ﷺ) کی وفات کے سو سال بعد ائمہ اسلام میں بلند پایہ عالم کا کلیہ مکمل میں آیا جنہوں میں سے چار افراد ابوحنیفہ، احمد بن حنبل، مالک بن انس اور محمد بن ادریس شافعی اہل سنت کی پیشوا کیلئے کے مقام تک پہنچے۔ ہماری خلافت کا زمانہ تھا اور انہیں عیسائی ظالموں نے ہوا کا دھواں رکھا تھا کہ وہ مذکورہ چار ائمہ کے علاوہ کسی کی تقلید نہ کریں۔ یہ چاروں کو قرآن و سنت میں ان سے بڑھ کر دسترس نہ ہو۔ وہاں شفا دینے والے ان کے علاوہ کسی تاجر اور اہل پایہ عالم کو ان کے مقابل میں ابھر نہ سکتے تھے۔ اور اس طرح دور حقیقت انہوں نے علم کے میدان سے کوہنہ کر دیا اور یہ بات اہل سنت والجماعت سے لگ کر ہی جہاد کا پامال ہو گئی۔ اس کے برعکس شیعہ حضرات نے اہل سنت کی اس جہاد کی کیفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے ہمتا کو نظر فرمایا تو وضع کیا۔ یہ متفکر گنا شروع کیا اور دوسری صدی ہجری کے آغاز میں باوجود اس کے کہ شیعہ آبادی اہل سنت کی مثال میں دس فیصد کی ان کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہونے لگا اور وہ اہل سنت کی ہم پایہ ہو گئے اور یہ ایک فطری امر تھا کیونکہ شیعہ حضرات کے پاس اجتہاد کا ذرا ذرہ نکلا اور یہ بات مسلمانوں کی تازگی فکر اسلامی، لسانی، فکری و شرعی اور فکری روشنی میں قرآن و سنت کے ہم کا باعث بنی اور اسی نے اسلام کو سنت و ناموں کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا۔ اجتہاد و براہ اولیہ تھا جو کلری مجتہد نے ہر ذرا ہمارا اس کے ذریعے اسلام نے جلا پائی اور کلام میں تہذیب کرنا مسلمانوں کے لیے جہاد و تلاش کے راستوں کو بند کرنا اور اپنی دست و پائی کی حالت کو برقرار رکھنا اور وقت کے تقاضوں سے انہیں بے لوجہ و لغت اور اسل دہو و شیعہ و اہل تھا جس نے مسلمانوں کی پیشرفت روک دی۔ ظاہر ہے جب و مومن کے ہاتھ

میں دنیا الٹی ہو کر آسپ اپنے پرانے رنگ اور لورہ سے اس کا مقابلہ کر رہا ہے تو یقیناً جلد یا بدیر آپ کو ہزیمت کا اٹھانا پڑے گا۔ شیخ انہیں کوئی سے کام لینے بدست یہ کیوں کا کہ اہل سنت کے صاحبان مشکل افرو بہت جلد ہی مسلمانوں پر اجتہاد کا زور ڈال دھول دیں گے اور یہ کام میرے اندازے کے مطابق صدی گلی تک دو پچھل آئے گا اور سو سال بعد مسلمانوں میں اجتہاد کے حامی شیعوں کی اکثریت ہوگی اور اہل سنت اقلیت میں رہ جائیں گے۔

اب میں شیخ محمد عبدالوہاب سے بارے میں عرض کر دوں یہ شیخ قرآن و حدیث کا اچھا - حاضر رکشا تھا اور اپنی افکاری حیات میں بزرگان اسلام کے اقوال و آراء کو بطور سند قبول کرتا تھا لیکن کبھی بھی اس کی فکر شاہرہ عالمہ کے خلاف دینی تھی۔ وہ بات پر کہتا: "خبر خدا (ﷺ) نے صرف کتاب اور سنت کو قابل اتنا ہی اہمیت دیا ہے کہ ہمارے لیے پیش کیا اور کبھی یہ نہیں کہا کہ صحابہ کرام اور ائمہ اہل سنت کے مکتوبات اہل دین مثال ہیں۔ پس ہم پر واجب ہے کہ ہم صرف کتاب و حدیث کی پیروی کریں۔ غلام اللہ علی بن ابی طالب کی کتابت و اسے خود کچھ بھی کیوں نہ ہو اس میں اس کا خلاف اختلاف ہوا ہے یوں کہ دستور نہیں بنا چاہیے۔ ایک دن اس کی ایران سے آئے والے ایک عالم سے کھانے کے ستر خان پر تجرپ ہو گئی۔ اس عالم کا نام شیخ جوادی تھا اور اسے عبدالرضا تھکان نے اپنے پاس بہانہ لایا تھا۔ شیخ جوادی کے محمد بن عبدالوہاب سے اصولی اختلافات تھے اور ان کی گفتگو نے جلد ہی لگتی اور تشریح کا رنگ لے لیا۔ مجھے ان کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو یا گفتیں البتہ جو جیسے مجھے یاد ہیں، ان میں ان کو یہاں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

شیخ جوادی نے ان جملوں سے اپنی گفتگو آغاز کیا اور محمد بن عبدالوہاب سے کہا: "جو تم ایک آزاد خیال انسان ہو اور اپنے دھرم کے مطابق اسلام کا کافی مطالعہ کر چکے ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم حضرت علی کو وہ فضیلت نہیں دیتے جو شیخ دیتے ہیں؟" محمد نے جواب دیا: اس لیے کہ حضرت محمد اور دیگر افراد کی طرح ان کی باتیں بھی

تہا بہت جست نہیں ہیں۔ میں صرف کتاب سنت کو دیکھوں۔

تبی: اچھا اگر تم سنت کے حامل ہو تو کیا وغیرہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ نہیں کہا تھا؟ میں شہر علم دوس اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ (انسان حدیثہ العلیہ و غانی ہانیہ) اور کیا یہ کہہ کر وغیرہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے علی اور اس کے دو بیان فوقی قائم نہیں کیا؟

محمد اگر ایسا ہے تو پھر وغیرہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے مقام پر کہی ہے کہ: میں نے تبارک و تعالیٰ کتاب اور اہل بیت کو پھونکا ہے۔ انہی شواہد فیہم التعلیق کتاف اللہ و عنہ علی اہل البیت۔ اب تک ہی اہل بیت کے سرور و درباروں میں سے ہیں۔

محمد نے اس حدیث کو بخلاف لیکن شیخ فی اصول کافی کے اسناد کی بنیاد پر وغیرہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے اس حدیث کو ثابت کیا اور محمد کو خاموش ہو چاڑا۔ اب اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اچانک اس نے شیخ پر اعتراض کیا: "وغیرہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ہمارے لیے صرف کتاب اور اپنے اہل بیت کو کافی رکھا ہے تو کجاست کہاں گئی؟"

تبی نے جواب دیا: سنت اسی کتاب کی تفسیر و تشریح کا نام ہے اور اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں وغیرہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت۔ یعنی کتاب خدا اس تشریح و تفسیر کے ساتھ جو سنت کہلاتی ہے اور اس کے بعد سنت کی تشریح و تفسیر ہوتی نہیں رہتی۔

محمد نے کہا: اگر آپ کے دعوے کے مطابق عزت یا اہل بیت ہی کلام الہی کی تفسیر ہیں تو پھر کیوں شیخ حدیث میں اس کا اضافہ دیا ہے؟

تبی نے جواب دیا: "بنا بر رسائل ما اب (رحمۃ اللہ علیہ) کی روایت کے بعد اس حدیث کو قرآن مجسمہ سے اس قدر ضرورت تھی کہ قادیان و اپنی زندگی کو احکام الہی پر منطبق کرنا چاہتی تھی اس لیے وغیرہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے شیخ علی بن زیاد پر کتاب الہی کو اصل ثابت اور عزت کو تفسیر و تشریح کتاب بنا کر ثابت کروا دیا۔"

نہرائی کے ساتھ ساتھ مجھے اس کی گفتگو سے بے اعترازا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ محمد بن مہدو اب اس ضعیف العصر شیخ جو ادنیٰ کے آگے ایک ایسی دنیا کی مانند پھر پھر اور ہاتھ دتے گیس میں بند کر دیا گیا اور اس کے پر واز کی راہ مسدود ہو گئی ہو۔

محمد بن مہدو اب سے پہلے جوں اور طاقتوں کے ایک سلسلہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ برطانوی حکومت کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے یہ شخص بہت مناسب دیکھا جاتا ہے۔ اس کی ادنیٰ اڑنے کی خواہش، جاہلی بنو، ملہ، و مشائخ اسلام سے اس کی دشمنی اس حد تک خورسری کو خلافا و راشدین بھی اس کی تنقید کا نشانہ نہیں اور حقیقت کے سراسر خلاف ترافان و حدیث سے استفادہ اس کی تہواریاں نہیں جس سے بڑی آسانی سے فائدہ اٹھا جاسکتا تھا۔

میں نے سوچا کہ کیا یہ مفروہ و جوان اور کہاں استنبول کا وہ ترک بوڑھا آدمی (احمد خاں) جس نے اٹھارہ دہائیوں کو پورا رسالہ پہلے کے افراد کی تصویر کشی کرتے تھے۔

اس نے اپنے اندر وہ بھی تبدیلی پیدا نہیں کی تھی۔ حقیقی مذہب سے تعلق رکھنے والا وہ بوڑھا شخص ابو حنیفہ کا نام نہ جان پر لائے۔ تبیلہ اشکر و شکر تا تھا یا مشائخ بخاری کے مطالعہ کو اپنا فرض سمجھتا تھا یا اہل سنت کے نزدیک حدیث کی حیثیت معتبر اور مستند کتاب تہا اور وہاں بھی وضو کے بغیر کتاب کو نہیں چھو جاتا تھا اور اس کے بائبل پر گیس شیخ محمد بن مہدو اب واپس خلیفہ کی تفسیر کرتا تھا اور اسے ناقابل اعتبار سمجھتا تھا۔ "میں ابو حنیفہ سے روپہ جاتا ہوں"۔ اس کا دعویٰ تھا کہ نصف شیخ بخاری بائبل مجرا و سیدہ ہے۔

یہ صورت میں نے مہدو اب سے بہت گہرے مراسم قائم کر لیے اور ہماری روایت میں ناقابل عملی احکام پیدا کیا۔ میں بار بار اس کے کانوں میں یہ سن سکتا تھا کہ خدا نے تمہیں حضرت علی اور حضرت عمر سے کتنی زیادہ صاحب استعداد بنایا ہے اور تمہیں بڑی فضیلت اور بزرگی بخشی ہے۔ اگر تم تمام کتاب و رسالت ما اب (رحمۃ اللہ علیہ) کے زمانے میں

اور قرآن میں ان کی چاشنی کا ثلث نہیں لیا گیا۔ (سورۃ ہادّ من ذالک) میں ہمیشہ پر امید لکھ میں اس سے کہتا:

میں چاہتا ہوں کہ اسلام میں جس انقلاب کو رہنما ہوتا ہے وہ تمہارے ہی مبارک ہاتھوں سے انجام پائے جو اس لیے کسر صرف اتنی وہ شخصیت ہو جا اسلام کو رواں سے بچا سکتے ہو اور اس سلسلے میں صوبہ کی امیدیں تم سے وابستہ ہیں۔

میں نے عبداللہ واپس کے ساتھ ملے کیا ہم دونوں بیچہ کر علماء، مفسرین، ائمہ و اہل دین دہ صوبہ اور صوبہ کے تمام سے ہمت کرنے انکار کی بنیاد پر قرآن مجید پر گفتگو کر رہا۔ ہم قرآن پڑھتے اور آیات کے ساتھ سے میں اظہار خیال کرتے تھے۔ میرا کھمیل یہ تھا کہ میں کسی طرح اسے انگریزوں یا دینی عاقوں کی ذرا ت کے کام میں پھنسا دوں۔

میں نے آہستہ آہستہ اس ادنیٰ ازان والے خود پرست انسان کو اپنی گفتگو کی لپیٹ میں لینا شروع کیا یہاں تک کہ اس نے حقیقت سے کچھ زیادہ علی آرا خیال بننے کی کوشش کی۔

ایک دن میں نے اس سے پوچھا: "کیا جہاد واجب ہے؟" اس نے کہا: "کیوں نہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے: "کافروں سے جنگ کرو۔"

میں نے کہا: خداوند عالم فرماتا ہے: کافروں اور منافقین دونوں سے جنگ کرو اور اگر کافر ہو اور منافقوں سے جنگ واجب ہے تو پھر پیغمبر (ﷺ) نے منافقوں سے کیوں جنگ نہیں کی؟

محمد بن عبداللہ واپس نے جواب دیا: "جہاد صرف میدان جنگ ہی میں نہیں ہوتا۔" تو پھر خداوندی راہی اور وقتدار کے ذریعہ منافقوں سے جنگ کی ہے۔

میں نے کہا: "پھر اس صورت میں کفار کے ساتھ جنگ بھی رہنا وقتدار کے ساتھ واجب ہے۔"

اس نے جواب دیا: "نہیں، اس لیے کہ پیغمبر (ﷺ) نے جنگ کے میدان میں ان کے ساتھ جہاد کیا ہے۔"

میں نے کہا: "کفار کے ساتھ رسول خدا (ﷺ) کی جنگ اپنے دفاع کے لیے تھی کیونکہ وہ ان کی جان کے دشمن تھے۔"

محمد بن عبداللہ واپس نے اٹھتے میں اپنا سر ہلایا اور میں نے عرض کیا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

ایک اور دن میں نے اس سے کہا: "کیا کوفروں سے جہاد جائز ہے؟" اس نے کہا: "پیر مرثیوں۔"

میں نے کہا: "پھر کیوں قرآن نے اسے جائز قرار دیتے ہوئے کہا ہے؟" اور جب تم ان سے جہاد کرو ان کا حق ہو اور کرو۔"

اس نے کہا: "ہاں، یہ بات اپنی جگہ ٹھیک ہے مگر حضرت مرثی اللہ عنہ نے اسے حرام قرار دیا کہ جہاد غیر مسلم کے زمانہ میں حلال تھا اسے حرام قرار دیتا ہوں اور اب جو اس کا مرتکب ہو گا میں اسے سزا دوں گا۔"

میں نے کہا بڑی عجیب بات ہے۔ تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جیرو کی کرتے اور پھر آپ آپ کو اس سے زیادہ صاحب عقل بھی کہتے ہو۔ حضرت مرثی اللہ عنہ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ حلال کفار کو حرام کرے۔ تم نے قرآن کو بھلا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو تسلیم کر لیا؟

محمد بن عبداللہ واپس نے چپ سا دھلی اور غامضی اس کی رشتہ بندی کی دلیل تھی۔ اس مضمون پر اس کی خیالات درست کر کے میں نے اس کے "حیوانی خیالات" کو اہل زمانہ شروع کر دیا۔ وہ ایک غیر متاثر شخص تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: "خدا کے ذریعہ اپنی زندگی پر سرت ملانا چاہتے ہو؟"

محمد بن عبدالوہاب نے رضا اور فہم کی خدمت سے اپنا سر جھکا لیا۔

میں اپنے فرائض کے انتہائی اہم سوز پہنچ چکا تھا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں بہر حال تمہارے لیے اس کا حکام بدوں گا۔ مجھے اس بات کا اندیشہ کہ کہیں محمد بن عبدالوہاب بصرہ کے ان سینوں سے خوف زدہ نہ ہو جائے جو اس بات کے مخالف تھے۔ میں نے اطمینان دلایا کہ اگر آپ کو گرام یا اٹلی میں رہے گا یہاں تک کہ عورت کو بھی تمہارا ہم جنس بنایا جائے گا۔ اس گفتگو کے بعد میں اس پر قاضی احمد ابی عورت کے پاس گیا جو انگلستان سے ترقی یافتہ علاقوں کی وزارت کی طرف سے بصرہ میں مصروف فرائض پر مصروف تھی اور مسلم لوگوں کو سب راہ روئی پر ابھارتی تھی۔ میں نے اس سے تمام واقعات بیان کیے۔ جب وہ راضی ہو گئی تو میں نے اس کا عارضی نام "منیہ" رکھا اور کہا کہ میں شیخ کو لے کر اس کے پاس آؤں گا۔

مقررہ دن میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کو لے کر منیہ کے گھر پہنچا۔ ہم دونوں نے سوچا کہ وہاں اور کوئی کس تھا۔ محمد بن عبدالوہاب نے ایک وٹری پر ایک ہفت کے لیے حنفیہ سے عقد کیا۔ پھر یہ کہ میں باہر اور حنفیہ اندر سے محمد بن عبدالوہاب کو آئندہ کے دیگر آدمیوں کے تیار کر رہے تھے۔ حنفیہ نے احکام دین کی پامالی اور آذوقہ رائے کا جو ایک مذہب محمد بن عبدالوہاب کو سکھایا تھا۔

میں اس قدر حنفیہ کے تیسرے دن کا محمد بن عبدالوہاب سے ملا اور ہم نے ایک باہر اٹلی کا شکر سالہ شریعت یا اس بارش اب کی حرمیت زیر بحث تھی۔ میری خوشنظمی کہ میں ان آیات کو رد کروں جو محمد بن عبدالوہاب کے نزدیک حرمیت شراب پر دلیل تھیں۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر معاویہ، خلفائے عباسیہ، بنی عباس کی شراب نوشی ہمارے نزدیک مسلمہ رہا تو کیا حکم ہو سکتا ہے کہ یہ تمام شیعوں یا ان بنی مذہب گرامی کی زندگی بسر کرتے ہوں اور حاکم بنے۔ میں نے یہ کہہ کر لوگوں کو ابھی اور مدت رسول کو ہم سے زیادہ بھیج

جانتے تھے۔ میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ ارشادات خدا اور رسول (ﷺ) کے ان بزرگوں نے جو استنباط کیا تھا وہ شراب کی حرمیت نہیں بلکہ اس کی کراہت تھی۔ اس کے علاوہ یہود و نصاریٰ کی مقدس کتابوں میں صراحت سے شراب پینے کی اجازت ہے۔ لہذا کہ چہ بھی اگلی اریان میں اور اسلام اور ان کے پیروں کا عقیدہ ہے۔ یہ کہے ممکن ہے کہ شراب اللہ کے بھیجے ہوئے ایکہ دین میں حلال اور دوسرے میں حرام ہو؟

کیا یہ سب اویان برحق یا خدا کے دیکھ کر کہتے ہوئے نہیں ہیں؟

ہمارے پاس تو یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت تک شراب پیتے رہے جب تک یہ آیت نازل نہیں ہوئی: "کیا تم شراب پو رہو جس سے بدترین شراب ہو گئے"۔ اس لیے کہ خدا تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شراب نوشی پر عذر جاری فرماتے تھے کہ آپ کا ان پر عذر جاری فرماتا اس بات کی دلیل ہے کہ شراب حرام نہیں ہے۔

محمد بن عبدالوہاب جو بڑے غور سے میری گفتگوں پر غور کیا تھا ایک شخص اور کہا: "روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شراب میں پانی ملا کر پیتے تھے؟ اگر اس کی وہ کیفیت وار ہو جائے جو نشہ پیدا کرتی ہے۔ دو کہتے تھے شراب کی سنی حرام ہے نہ کہ شراب، وہ شراب جس سے نشہ طاری نہ ہو، وہ حرام نہیں ہے" (اب یہ امام ابوہانیہ پورنی حرم "سفر کے" کے حال میں پھنس چکے تھے اس کی تاکید کر رہا ہے۔) (مترجم)

محمد بن عبدالوہاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس نظریہ کو اس آیت کی روشنی میں جانتا تھا جس میں ارشاد ہوا ہے: "شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جس کے ذریعے عداوت اور دشمنی پیدا کر دے اور تمہیں یاد خدا اور نماز سے باز رکھے۔"

اگر شراب میں مسی اور نشہ آور چیزیں والے پر اس کے اثرات مرتب نہیں ہوں گے اور اس لیے شراب جس میں مسی نہیں ہے۔

میں نے محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ شراب سے متعلق گفتگو کو منیہ کے گوش

گھڑا کر کیا اور اس کو تاکہ کی کہ دفع لے اے محمد بن عبدالوہاب کو شہ میں چور کر دو اور بچتا اور شکر شرب پلا کہ۔

دوسرے دن صیف نے مجھے اطلاع دی کہ اس نے شہ کے ساتھ جی کھول کر شراب نوشی کی یہاں تک کہ وہ اپنے سے باہر ہو گیا اور چہن چلنے لگا۔ رات کی آخری گھڑی میں کئی مرتبہ اس نے مقام بہت کی اور اب اس پر غصہ ہوا کہ عالم طاری ہے اور چہرہ کی آب و تاب ختم ہو چکی ہے۔ غصہ کا کام یہ کہ میں اور صیف پوری طرح محمد بن عبدالوہاب پر چما پکے تھے۔ اس منزل پر بھی لو آ رہا تھا علاقوں کے وزیر کی سہری بات یاد آئی جو اس نے مجھے الوداع کرتے ہوئے کہی تھی اس نے کہا تھا:

"ہم نے انہیں کو کفار (مراواہل اسلام ہیں) سے شراب اور جوع کے ذریعہ دوبارہ حاصل کیا۔ اب انہیں دو طاقتوں کے ذریعہ دوسری علاقوں کو بھی پامردی کے ساتھ واپس لینا ہے۔"

محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ دینی گفتگو کے دوران ایک دن میں نے روزہ کے مسئلہ کو وادی اور کہا: "قرآن کہتا ہے: 'روزہ تمہارے لیے بہتر ہے'۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ تم پر واجب ہے۔" لہذا اسلام میں روزہ واجب نہیں مستحب ہے۔ (مسئلہ ۷۷ کے اس واضح غلط بیان پر عبدالوہاب بخیر اس سے راضی ہو جاتا ہے)

اس موقع پر عبدالوہاب کو غصہ آیا اور اس نے کہا: "تم مجھے دین سے غارت کر رہا جا رہے ہو۔"

میں نے کہا: "اب محمد بن عبدالوہاب اور دین قلب کی پاک و جان کی سلامتی اور اعتدال کا نام ہے۔ یہ کیفیت انسان کو دوسرا پر ظلم و زیادتی سے روکتی ہیں۔ کیا حضرت علیؑ نے یہ نہیں کہا کہ حب مشرق و ارض کا نام ہے کیا قرآن یہ نہیں کہتا: 'یقین حاصل کرے تک اللہ کی عبادت کرو۔ اب اگر انسان یقین کامل کی منزل پر پہنچ جائے۔ خدا اور روز

یہ سمت اس کی دلی میں رائج: جائیں، ایمان سے اس کا دل بیز ہو جائے اور، اونچے منہ کا حال ہو تو پھر روزہ کی کیا ضرورت رہتی رہ جاتی ہے؟ اس منزل میں واصل ترین انسانی مراعات سے وابستہ ہو جاتے۔ محمد بن عبدالوہاب نے اس سبب شہ کے معاملات کی راہنمائی پر افسوس کا اظہار کیا۔

ایک دفعہ میں نے محمد بن عبدالوہاب بخیر سے کہا: نماز واجب نہیں؟

اس نے پوچھا: "کیسا؟"

میں نے کہا: اس لیے کہ خداوند عالم نے قرآن میں کہا ہے کہ: "بھگ جائے کہ تم نے نماز قائم کرو۔" پس نماز کا قصد و کرہی ہے اور تمہیں چاہیے کہ تم اس کا نام اپنی زبان پر باری رکھو۔"

محمد بن عبدالوہاب نے کہا: "ہاں میں نے سنا ہے کہ بعض ملے دین نماز کے وقت اللہ کے نام کی عمارت شروع کرتے ہیں اور نماز ادا نہیں کرتے۔"

میں محمد بن عبدالوہاب کے اس اعتراض سے بہت زیادہ خوش: وافر امتیاز کا کچھ دیر میں نے اسے نماز پڑھنے کی تحقیر بھی کی، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس سے پابندی چھوٹ گئی۔ اب وہ کبھی نماز پڑھتا اور کبھی نہ پڑھتا۔ خاص طور سے صبح کی نماز غالباً اس نے ترک ہی کر دی تھی۔ ہم کو اب دعا دینے تک پہنچے جس کی وجہ سے صبح اٹھنے اور وضو کرنے کی بہت اس میں باقی نہیں رہتی تھی۔

فصیح مختصر آیت آجستہ میں محمد بن عبدالوہاب کے بیان سے ایمان کا لیاہو اچھلے میں کامیاب ہو گیا۔ میں ہر روز اس سے اپنی تضحی و تہذیب و اسلام، جادوی، جملہ "اب" کا ایک دن میں نے گفتگو کی حدود کو جب سوال خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات (اندر) تک آگے بڑھایا۔ اچانک اس کے چہرے پر تبدیلی آئی اور وہ ان وضو پر بیٹھا، سہ پہر

نہیں ہوا۔ اس نے مجھ سے کہا: "مگر تم نے رسول خدا ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو ہماری تہیاری دینی کے دواوہ نہیں سے ہمیشہ کے لیے بندہ ہو جائیں گے۔
میں نے اپنی ہتھوں پر پانی بھر کر دیکھا تو فوراً اپنا موضوع گفتگو بدل دیا اور پھر اس موضوع پر گفتگو نہیں کی۔

اس دن کے بعد سے میرا مقصد محمد بن عبدالوہاب کو دہریہ اور جھوٹی کی گھرونا ہو گیا۔ مجھے اس کے قلب و روح میں اکثر کثیفہ سی فرقوں کے علاوہ اسلام میں ایک دوسرے لڑنے کی سربراہی کی جڑیں کھلی کھلی ملتا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ضروری تھا کہ پہلے میں اس کے ذہن کو بھابھوں اور اندھے تعصبات سے پاک کر دوں۔ اس عنوان سے اس کی آزاد خیالی اور بلند پروازی کو تقویت پہنچاؤں۔ اس کام میں مزید بھی یہی مددگار تھی کیونکہ محمد بن عبدالوہاب اسے دیوانوں کی طرح چاہتا تھا اور ہر وقت اس کی بات کو یاد رکھتا تھا۔ مجھے یہ یقین تھا کہ محمد بن عبدالوہاب سے میرا قرار اور اس کے تمام عقیدہ بات تعیین نہ لیتے تھے۔

میں نے اپنی ایک ملاقات میں محمد بن عبدالوہاب سے کہا: "میں یہ درست ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ کو اپنی تمام اسباب سے روکتی تھی؟"

اس نے جواب دیا: "ہاں"

میں نے پوچھا: "اسلام کے قوانین دینی ہیں یا دنیوی؟"
اس نے کہا: "بے شک دینی ہیں" اس لئے کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں "ہاں! اعمال ﷺ قیامت تک حال ہیں اور حرام ﷺ قیامت تک حرام ہے"

میں نے بتا دیا کہ "میں بھی ان کی سنت پہل کر کے ہونے ایک دوسرے کا دوست اور بھائی ہونا چاہیے۔"

اس نے میری پیش گوئی کیا اور اس دن کے بعد سے تمام غلامان میں ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہنا سکے۔ میں اس کوشش میں تھا کہ جس پلانے کو تعینا میں نے اپنی جوائی کے اس صرف کے ہیں اب بھی جلد ممکن ہو سکتا ہے کہ پولوں سے استفادہ کریں۔

حسب معمول میں ہر مہینے کی رپورٹ انگلستان میں نوٹا دیوانی ملازمت کی وزارت کو بھیجتا رہا۔ رپورٹ گفت اب میری عادت میں شامل ہو گیا تھا جس میں کبھی میں گواہی نہیں دیتا تھا۔ وہاں سے جو جہازات لکھے جاتے تھے وہ تمام کے تمام دینی دہلہ افرا اور پر امید ہو کر تھے۔ میں نے اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں میری دست بند ہوا تھے۔ میں اور محمد بن عبدالوہاب نے جس راستے کا تعین کیا تھا ہم اسے بڑی تیزی سے طے کر رہے تھے۔ میں ستر و صحر میں کبھی اس آجہائیں چھوڑتا تھا۔ یہی کوشش تھی کہ میں آزاد خیالی اور مذہبی عقائد میں جدت پسندی کی روٹ کو اس کے وجود میں اضمحلال بخشوں۔ میں ہمیشہ اس کو سیاسی و ادبیات کا ایک تانگہ مشتعل تھا کہ اسے انکار میں ہے۔

ایک دن میں نے اس سے اپنا ایک چھوٹا خواب بیان کیا اور کہا: "مات میں نے جناب ہاشمی مرتضیٰ علیہ السلام کو اپنی اہل اسراہیل کے ساتھ کسی پویشیہ دیکھا ہے: اگر اور واطین منہروں پر بیان کرتے رہتے ہیں۔ پانچ سے بڑے ملا اور بزرگان دین نے جن سے میری کوئی واقفیت نہیں تھی چاروں طرف سے ان کو گھیر رکھا تھا۔ ایسے میں میں نے دیکھا کہ اچانک تم اس مجمع میں داخل ہو گئے۔ تمہارے چہرے سے اتنی شگفتگی ہوئی تھی کہ جب تم رسالت مآب ﷺ کے سامنے پہنچے تو انہوں نے فوراً سے ہونہر رہی تھیں کی اور مانتا چلا اور کہا: "اے میرے ہمسامع محمد بن عبدالوہاب تم میرے ملے کے مارے اور مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی امور کو ہر دستار سے ہرے ہرے جاسٹین ڈو۔"

یہ سن کر قہر سے کہا: "یار رسول اللہ ﷺ لوگوں پر اپنے صم کا غایر کرتے ہو مجھے غلہ محسوس ہوتا ہے۔"

جس پر سارے مآب علیہ السلام نے فرمایا: خوف کو اپنے دل میں بیکھرو دیکھو جو کچھ تم اپنے بارے میں سوچتے ہو اس سے گھٹیا زیادہ صاحب مرتبہ ہو مجھ بن عبد الوہاب نے میرے اس من گھڑت خواب کو سن کر خوشی سے بھولا نہ پایا۔ وہ مجھ سے بار بار پوچھتا تھا کیا تمہارے خواب سچے ہوتے ہیں؟ اور میں مسلسل یہ بیان دلاتا رہا۔ میں نے غصوں کیا کہ شراب کے ترک کر کے ساتھ ہی اس نے اپنے دل میں سچے مذہب کے اعلان کا عزم ادا کر لیا ہے۔



اس دوران مجھے لندن سے خط پہنچا کہ میں فوراً کر بلا اور نجف کے مقدس شہروں کی طرف روانہ ہو جاؤں جو شیعوں کے لئے گہرا آرزو اور علم و روحانیت کے مرکز ہیں۔ اب سب سے پہلے میں سمجھنے کے طور پر ان دونوں مقدس شہروں کا ایک نہایت مختصر منظر پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اہل تشیع کے پہلے امام اور اہل اسلام کے چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تدفین شہر نجف کی اہمیت کا سرچشمہ آغاز ہے اور یہی ہے اس شہر کا جو محل میں آتا ہے اور یہ روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے اور یہ سلسلہ تک جاری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت سرتر غزوات یعنی کوفہ سے نجف کا فاصلہ چھ گلوں پر تھا جسے پہلے ایک سو گھنٹے میں طے کیا جاسکتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حسین علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہ کے ہالہ کو کوفہ پہنچے اور دروازہ علاقہ میں لائے جسے آج نجف کہا جاتا ہے اور اس کی تار بکھلی تھی آپ کو کوفہ نہ کر دیا۔ اب یہ شہر بین النہرین کا سب سے بڑا علاقہ کہلاتا ہے اور اس کی آبادی کوفہ سے کمینہ زیادہ ہے۔ اس محل اہل تشیع کا عہدہ علیہ قائم ہے اور دنیا بھر کے علماء نے اس شہر میں بیسیا اختیار کیا ہے۔ ہر سال اس کے بازاروں میں دوسروں اور گھروں میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ شیعہ علماء خصوصاً احترام کے حامل ہیں۔ اہل سنت کی عظیم محلی خلیفہ مسند مدظلہ و جہات کی بنا پر ان کا بڑا احترام کرتا تھا۔

(۱) ایران کا پادشہ شیعہ مذہب کا پیروکار تھا اور ملایے نجف کی نسبت شمالی سلاطین کا احترام ایران اور ترکی کے دوستانہ روابط میں اختلاف کا باعث تھا اور اس طرح دونوں ممالک میں جنگ کا کھلنا ختم ہو جاتا تھا۔

(۲) نجف کے اطراف و انکشاف میں بہت سے قبائل آباد تھے جو سب کے سب مسلح اور سختی سے شیعوں کا رعبہ کرتے تھے۔ ان کے پاس فنی اسلحوں اور فنی تربیت نہیں تھی۔ یہ لوگ قبائلی زندگی کے حامی تھے لیکن علماء کی توجہ پر داشت نہیں کر سکتے تھے لہذا اگر علماء کی طرف علماء کی ہے احترام کی عمل میں آتی تو وہ سب کے سب شیعوں کے مخالف سمجھ ہو جاتے اور یہ کوئی عقلمندی کی بات نہ تھی کہ استقلال کی مخالفت ایسا فسطوح ہے جسے پہلے سول لینی۔

(۳) ہماری دنیا کے تشیع میں شیعہ علماء کی مرصحت کا نام بھی ابتدا اگر علماء کی طرف سے درجہ دیا جاتا ہے ان کی اہمیت ہوتی تو ایران، ہندوستان، افریقہ کے تمام ممالک کے شیعہ ہر فرقہ ہوتے اور یہ بات ترک حکومت کے حق میں تھی۔ اہل تشیع کا سراسر مقدس شہر کربلائے معلی ہے۔ یہ شہر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قریب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آج تک مسلسل بھل رہا ہے۔ عراق کے لوگوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو دعوت دی کہ آپ تشریف لائیں لیکن جو بھی آپ اپنے خاندان کے ساتھ کربلائے معلی پہنچے تو کوئی نہ تفریق کا فاصلہ پر ہے۔ ان کے لوگوں کا حراج بدل گیا اور وہ چاہے کہ حکم برامام کے خلاف لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔

یزید بن معاویہ اموی خلیفہ تھا جس کی شہر پر حکومت تھی۔ اموی الحکر حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے گھرانے سے بڑے پیکار ہوا آخر کار ان سب کو شہید کر دیا گیا۔ عراق میں

بہ بڑائی اور بیحدی لشکر کی پیدائی اور سنگدل اسلامی تاریخ کی سب سے زیادہ شرمناک داستان ہے۔ اس واقعے کے بعد آج تک دنیا کے تمام شیعہ گریلا گوریلز، عبادت، داخلی لگاؤ اور تہذیب کا مرکز بنائے ہوئے ہیں اور ہر طرف سے جہتی درجہ وہاں پہنچتے ہیں۔ کبھی انجیل لکھ دیتے کہ تاریخ مسیحیت بھی کبھی ایسا انجیل دیکھنے میں نہیں آئے کہ گریلا شہر میں بھی شیعہ علماء اور مراعات دین اسلام کی تعلیم و ترویج میں ہمیشہ مصروف نظر آتے ہیں۔ یہاں کے دینی مدرسے طالب علموں سے بھر پور رہتے ہیں۔ گریلا اور مجتہد بالکل ایک دوسرے کی مانند ہیں۔ وجہ و فرات عراق، مکہ و بائیسہ روپے ہیں جن کا سرچشمہ ترکی کا آیت کو ہستانی خلاف ہے۔ جن اہم بین کی کمیٹیاں اسی کے سامنے آ رہی ہیں اور یہاں کے لوگوں کی فرحانی انہیں روپوں کی موزوں مست ہے۔

جب میں لندن واپس گیا تو انہیں نے نوآبادیاتی ممالکوں کی وزارت کو یہ پیشکش کی کہ وہ حکومت عراق کو اپنا مرکز بنادے گا جس کے لئے جلد وزارت کے عہدہ فخرول کرے اور شورش اور بغاوت کے واقعات پر اس کے سامنے جہل کرے تاکہ وہاں کے لوگ انگریزوں کے سامانی مقاصد کو ماننے پر مجبور ہو جائیں۔

میں ایک زبردستی سوچا کہ انہیں میں کبھی پہنچا اور وہاں کے شیعہ علماء سے دوسرا دو ہزار سائے کی لائیک دے دی مجلس اور مباحثہ کی محفلوں میں شرکت کرنے کا مہفلوس و شتر اوقات مجھے اپنے اندر جذب کر لیتی تھی کیونکہ ان میں قلب و ضمیر کی پاک حکم فرمائی۔ میں نے شیعہ علماء کو انتہائی پاک، امن پرہیزگار، پاکیزہ نفسی کران میں فرمانے کی تہذیبی کے اثرات و فائدہ ان تھا اور دنیا کے انقلابات نے ان کی فکر میں کوئی تبدیلی پیدا انہیں کی تھی۔

(۱) نیز کے علماء اور مراعات ممانی، کام کے شدید مخالف تھے اس لئے انہیں کہہ دینا تھے بلکہ میں نے کہہ دیا کہ وہ عالم تھے اور وہ ان سے ناخوش تھے اور اپنی نہایت کے لئے ان کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا۔

۱۱) وہ لوگ اپنا تمام وقت درس، تدریس اور دینی محرم، مہانت پر صرف کرتے تھے اور قرآن و سنی کے پاروں کی طرح انہیں جدید علوم سے دلچسپی نہیں تھی اور انہیں کچھ جاننے بھی تھے تو وہ ان کے لئے دے رہے تھے نہ بڑھ رہا۔

(۲) انہیں دنیا کے سیاسی واقعات کو قطعاً علم نہ تھا اور اس قسم کے مسائل پر موزوں ان سے زیادہ ایک بااثر عرب اور یہود تھے۔ انہیں کچھ نہیں آپ ہی آپ کہتا تھا و انہی یہ لوگ کچھ بد بخت ہیں۔ دنیا بھر کے جکی سے عربی اور ابھی خواب خرگوش ہی میں بیدار ہوئے ہیں۔ شاید کوئی چاہے مومن فوج ہی ان کو اس خواب گراں سے بیدار کرے۔ میں نے بعض علماء سے غاضب حاشیہ کے خلاف تحریک چلانے پر گفتگو کی لیکن انہوں نے اپنی طرف سے کوئی رد عمل نہیں کیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ اس قسم کے مسائل سے دلچسپی نہیں رکھتے۔ بعض لوگ بہرہ افغانی اڑاتے تھے اور میری بات کا یہ نتیجہ نکالنے تھے کہ میں دین سے حالات کو ان کو اس اور ان کا عالم کو بروئے کار نہ آ جاتا ہوں۔ ان علماء کی فکر میں خلافت مندور و ختم تھی۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ انہیں مجبوراً مبنی مع و سے پہلے آنا تھا ان کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرنا چاہئے۔ مہدی و خود شیعہوں کے مباحثوں امام جہاں جو بچپن ہی میں یہ مذہب میں چلے گئے ہیں اور ابھی تک زندہ ہیں۔ آخری زمانے میں ان کا نظریہ ہو گا اور وہ اس وقت دنیا کو بدل انصاف سے بھر دیں گے جب وہ عمل طور پر علم لایاؤنی سے بھر چکی ہوگی۔

میں اس طرح کے عقیدہ رکھنے والے اسلامی دانشمندان کے سامنے میں سخت براہ راست تھا۔ ان کا عقیدہ بعد قسری سیاسیوں کا عقیدہ تھا جو تمام عدلی کے لئے نفرت پیدا کیا۔ اسلام کی بااثریت کے قائل تھے۔ میں نے آیت عالم سے پوچھا کیا آپ کا یہ عقیدہ انہیں سب کا بھی علم و زیادتی کی غلامی و آراہور دینا ہے اسلام کا بول بالا کیا جائے؟ انہیں اس طرح جس طرح دین اسلام (ﷺ) نے علماء کی غلبہ جہاں کیا تھا؟

اسی لئے ان میں اس کام کو اٹھانے کی توانائی تھی۔

میں نے کہا: کیا قرآن میں کہتا: "اے تم اللہ کی مدد کو لے کر اللہ کی تمہارا مددگار ہوگا" (اِنَّ لِلّٰهِ تَعٰلٰی تَصَوُّرَ کُلِّ شَیْءٍ) (سورۃ محمد، آیت ۷)۔ ہاں، اتم بھی اللہ کی طرف سے ظالموں کے خلاف لڑنا اٹھانے پر مجبور ہو گئے۔

آخر کار رنج و کراںس لے لیا۔ "تم ایک تجارت پیشہ آدمی ہو اور ان مفوضات پر مفقود سے لے ایک سلسلہ علم کی ضرورت ہے جس کے لئے تم مناسب نہیں ہو۔"

[illegible][illegible]

خلف کی طرح روانہ حرم میں حاضر ہو گئے ہیں۔ اور امام کی نئی بات کر سکتے ہیں۔ گرجا کا عمومی طور پر نمونہ سے زیادہ خوش منظر ہے۔ چاروں طرف ہرے بھرے خوشنما نباتات اور درختان کے درمیان دریا کے بہنے کی آواز کی خوبصورتی میں چاروں طرف لگا ہوا ہے۔

ان شہزادوں کی، بیانی اور آشفہ حالی نے زاری کا سہا پہلے کے واقعہ فراہم کر کے
تھے۔ لوگوں کی حالت زار بد گئی۔ اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ عثمانی نظام نے ان شہزادوں کے
رہنے والوں کے ساتھ کتنی جانگم کارا لگایا تھا۔ کتنی ہی رازداریاں کیں۔ یہ لوگ بڑے
داداروں، دلا بلی، داور خود مرے تھے۔ اور جو چاہتے تھے بگڑتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عراق
کے لوگ ان کے زرخیز غلام ہیں۔ پوری قوم سکوت سے تھلائی تھی اور تیساک میں بیٹھ
عرض کر چکا ہوں کہ شیعہ حضرات اس آجی آزادی میں جانے کے باوجود کام کے ظلم و ستم میں
کدوں کے ساتھ بہہ رہے تھے۔ لوگوں کی دلی غمناکیوں کر ہے تھے۔ اہل ملت حضرت کا گھر
بہی حال تھا۔ وہ لوگ اس قدر زمین بزرگ گور کے تسلط سے نہایت ناخوش تھے خاص طور
جبکہ انکی رگوں میں عرب اشرفیت کا خون ددڑ رہا تھا۔ اور خاص نامان رسالت سے وابستہ
سکے۔ والدہ فرار سکھ میں انقلابات میں اسے آج کو بیٹنی گورنر سے نہاد حق اور بچتے تھے۔

تمام ہستیاں ذہن ان تھیں۔ مگر وہاں ہستی والوں کا مقصد وہن چکا تھا۔ ہر طرف
نفسی دور دورہ تھا۔ راستوں پر لہیے۔ قافلے تھے اور اس تاک میں بیٹھے رہتے تھے کہ
حکومت کی سرپرستی سے آؤ کوئی قافلہ وہاں سے گزرے اور وہ انہیں لوٹا سفر خرچ کریں اور
بڑے بڑے قافلے صرف اسی وقت منزل مقصود تک پہنچ سکتے تھے جب انہیں مسلح آؤ
کے ذریعے حکومت کی حمایت حاصل ہو۔ دوسری طرف کھائی جھڑپوں میں بھی اضافہ
کھپا تھا۔ کوئی دن ایسا نہ تھا جس میں ایک قبیلہ دوسرے قبیلے پر حملہ آور نہ ہو اور قتل و غارتگری
کا ہمارا گھر نہ ہو تا وہ روزانہ کئی افراد موت کے گھاٹ اتار جاتے تھے۔ دہلی اور سرہنلی۔

پارسمانی کو نجیب طرح اپنی لپیٹ میں لے لکھا تھا۔ یہ واقعات قرون وسطیٰ میں یاد رکھیں
سکے، درمی یا دہ زور دہری تھے۔ صرف نجیب اور کربلا کے علماء اس سے منطقی تھے یا پھر کسی قدر
سالم علم یا وہ لوگ جس کا ان علماء سے میل جول تھا مگر سب کے سب چاہتے تھے۔ منطقی
اقتدار کا پیچہ جام ہو گیا تھا اور بنیادی، بیرونی اور داخلی وجوہات اور بدعتوں نے شدت سے توسط
لوگوں کو کھڑو کر لیا تھا۔ مختلف کثیر ازو کثیر چکا تھا۔ ہر طرف ایک ہنگامہ چکا تھا حکومت اور عوام
کے درمیان، علماء کے کی کئی تھی اور وہ ایک دوسرے کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ ان کا ایک دوسرے
کے ساتھ تعلق وان نہیں تھا۔ علماء و دین، مسائل میں اس طرح غرق تھی۔ کوئی نیا ذہن کی ان کی
فکروں سے اوصل ہوئی تھی۔ زمین خشک اور کھیتی باجیاں تھیں۔ درجلہ وفراست کے دونوں دویا
کھیتوں کو سیراب کرنے کی بجائے ایک آٹھلے سر مہمان کی طرح سیاسی زمینوں کے بیچ سے
برہمن گزر رہے تھے۔ ملک کی سیاست حالی یقیناً ایک انقلاب کا پیش چہرہ تھی۔

مختصر یہ کہ میں نے کہا اور نجیب میں جاوے گا۔ اس نے نجیب میں، ایک
ایسی بنیادی میں تھا ہوا کہ جیسے کی اس لوٹ گئی۔ تین، چھ تک میری حالت بہت بری ہو
گئی۔ آخر کار مجھے شہر کے ایک ڈاکٹر سے رجوع کرنا پڑا۔ اس نے میرے لیے کچھ دوا نہیں
تجویز کیں جن کے استعمال سے میں بتدریج بہتر ہوتا چلا گیا۔ اس سال گری بھی ہوئی
شدید اور ناقابل برداشت تھی اور میں نے اپنی بنیادی کا تمام وقت ایک تہ خانے میں گزارا
جو کسی قدر بے سکون اور غصہ تھا۔

میرا مالک مکانا بہت بڑے ذہن کے پیچھے بہت میرے لیے دوا دار اور
کسانے اپنے کا انتظام کرتا تھا۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذرا دلی کی خدمت کو تفریب
الٹی جاؤ رہے تھے۔ بنیادی کے ابتدائی دنوں میں میری غذا مرغ کا سوپ تھا لیکن بعد میں
ڈاکٹر کی اجازت سے میں نے گوشت اور چاول بھی استعمال کرنا شروع کیا۔ بنیادی سے کسی

کہانے کے بعد میں بغداد اور دہلی اور دہلی جا کر میں نے کہا، نجیب، حلو اور بغداد سے
معلق اپنے مشاہدات کو تقریباً سو صفحہ پر مشتمل ایک رپورٹ میں نوآبادیاتی علاقوں کی
ذراست کے لیے رقم کیا اور لندن بھیجے کے لیے اسے بغداد میں مذکورہ ذراست کے نمائندہ کے
پر رکھا اور اپنے دکنے لائن وان اس کے جانے سے متعلق نئے اختلافات کے اختلاف میں بجا رہا۔
یہاں یہ بات بھی بتانا چاہوں کہ میں وادی کے لیے بہت بے چین تھا کیونکہ اپنے
دیس و خانہ دین اور عزیز و اقارب سے چھوٹے تھے ایک عرصہ ہو چکا تھا۔ خاص طور پر روبرو کر
ماسوہ چین کا خیال آ رہا تھا جو میری عراقی رواجی کے کچھ عرصے بعد ہی اس دنیا سے دار ہوا تھا۔
اس کو مولوی یا دہ بھی بہت بے چین کر رہی تھی۔ اسی باعث میں نے ایک درخواست میں ایک
مختصر عرصے کے لیے الیہ لندن آنے کی اجازت چاہی تھی۔ مجھے عراق میں تین سال کا عرصہ
ہو چکا تھا۔ بغداد میں نوآبادیاتی علاقوں کی ذراست کے نمائندہ کو صبر تھا کہ میں یا دار اس کے
پاس نہ جاؤں۔ دکنہ میں طرین ممکن اسے لوگ مجھے شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اسی بات کو مد
نظر رکھتے ہوئے میں درجلہ کے قریب ایک مسافر خانے کو اپنا مکان بنا لیا۔ نوآبادیاتی علاقوں کی
ذراست کے نمائندہ نے کہا تھا کہ لندن سے ذرا بے آگے ہی مجھے باختر کر دیا جائے گا۔

بغداد میں اقامت کے دوران میں نے اس شہر کا عام حالات میں مشائی حکومت کے
پائے تخت "الکلیطیہ" سے موازنہ کیا تو مجھے ان دونوں میں نمایاں فرق محسوس ہوا جو میں کی
نسبت مثلاً بغداد کے برخلاف تلاط اور گندگی کا سکن بنانے میں کوئی ترقی نہیں چھوڑی تھی۔

بصرے کے گرد اور نجیب کی پیچھے کے چند ماہ بعد مجھے شہر میں بہت ادا اب بندی کا
خیال آیا۔ میں اس کی طرف سے بے اثر مروتا تھا۔ میں نے اس پر بڑی محنت کی تھی لیکن مجھے
اس پر پھر واپس نہیں تھا کیونکہ راتوں سراج واقع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ دھنسنے بھی تھا۔ اخیر تھا
اور راز ماسی بات پر آپ سے باہر ہو جایا کرتا تھا۔ ان خصوصیات کے پیش نظر مجھے راز کا

تھا کہ کبھی میری عزت کا رت نہ جائے اور میں شہزادہ کو میں ایک عرصہ سے اپنے سینے میں لیے پھر ہاتھوں پر پائی نہ پھر جائے۔

جس دن میں اس صبح کی سوت رات ہو رہا تھا وہ ترکی جالے پر لٹھ تھا کہ وہاں جا کر اس شے کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔ میں نے بڑی جتنی سے ات اس خبر سے باز رکھا اور کہا مجھے اسے کہ تم وہاں جا کر کوئی ایسی ایسی سیدھی بات نہ کرنا مگر اس سے تم پر کفر و الحاد کا الزام عائد ہو اور تمہارا نشان و رنگاں جالے لیکن گناہ ہے۔ جتنی کہ میں نہیں جانتا تھا کہ وہاں جا کر وہ بعض علماء اہلسنت سے کوئی رابطہ قائم کرے کیونکہ اس میں اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں وہ لوگ اپنی حکم کیوں کے ذریعے دوبارہ اسے اپنے جال میں نہ پھانس لیں اور میں نے تمام منصوبے دھڑے کے دھڑے دھڑے جانیں۔

جب میں نے دیکھا کہ میں خداوندیاب شہید کی بصرہ جانے پر مصر ہے تو مجبوراً میں نے اسے ایران جانے پر مجبور کر دیا کہ وہ شیراز اور واسطہ لہان کی یہ کرے۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ان دونوں شہروں کے رہنے والے شیعہ مذہب کے پیروکار ہیں اور یہ بات بعد از قیاس تھی کہ شیخ ان کے عقائد سے متاثر نہ ہو۔ مجھے اس بارے میں پورا اطمینان تھا کیونکہ میں شیخ کو اچھی طرح جانتا تھا۔ رخصت کرتے ہوئے میں نے اس سے پوچھا "اقتد کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" اس نے کہا "دوست ہے کیونکہ شیعہ اگر پہلے شیخ کے ایک صحابی تھا، ان مشرکین کے ذریعے جنہوں نے ان کے باپ کو قتل کر دیا تھا اپنے آپ کو مشرک بنا کر کرتے رہے اور خستی و مرہٹہ پہلے نے جناب علی اسرار رضی اللہ عنہ کی اس روش کی طرف اٹھا رہا تھا کیا ہے۔"

میں نے اس سے کہا "اگر تم پر بھی وہ مذہب ہے کہ ایران جا کر آجیہ کو نہ بھولا اور اپنے آپ کو خالص شیعہ ظاہر کر دے کہ احترامات سے بچ کر وہاں ملنا کی صحبت بھی نہیں حاصل

سب اور ساتھ ہی ساتھ اپنی والدین کے راب و رسوم بھی تو پہل جالیں کیونکہ آئندہ جال کر یہ معلومات برابر سے بہت کام آئیں گی اور جنہیں اپنے مقاصد میں بڑی کامیابی ملے گی۔

اس گفتگو کے بعد میں نے اسے دیکھ کر "تو کوا" کے عنوان سے دی۔ تو کوا ایک طرح کا اسلامی گیس ہے جسے سرمایہ داروں نے وصول کیا جاتا ہے تاکہ اس آبدی کو امت کی خارج و بیرون پر خرچ کیا جائے۔ جاتے ہوئے میں نے راستے ای میں اسے ایک گھوڑا خرید کر دیا کیونکہ اسے اس کی سخت ضرورت تھی اور پھر میں اس سے الگ ہو گیا اور اس دن کے اب تک اس کی کوئی خبر نہیں ہے اور نہیں معلوم کہ اس پر کیا جتنی ہوگی۔ مجھے زیادہ خوشی نہیں اس لیے بھی تھی کہ ہم نے بصرہ سے نکلے وقت یہ طے کیا تھا کہ میں واپس ابصرہ ہی پہنچا ہے اور اگر میں ہم سے کوئی وہاں نہ پہنچ سکے تو اپنی کیفیت "مہلارضا کرمان" کو لکھ بیٹھتا کہ وہ اس سے اس سے باخبر ہوگا ابھی تک اس کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملتی تھی۔

کچھ عرصہ احتجاج کے بعد ہلاخرو نے باقادی علاقوں کی وزارت سے ضروری احکامات، ہتھیار اور بیوری حکومت نے مجھے فوری طور پر طلب کیا۔ لندن پہنچنے ہی کو آبا و باقی طاقتوں کی وزارت کے سیکرٹری اور برٹنی مہدی ایروں کے ساتھ ہم نے ایک کمیشن تشکیل دیا۔ میں نے اس جہاز میں اپنے فرائض ادا کیے اور طاقت پختہ رہا پورس کو لندن حکام کے سامنے پیش کیا اور آؤس جین ایچ کی کیفیت سے بھی آگاہ کیا۔

عراق سے متعلق یہی فراہم کرنا، معلومات اور یہی کارگزاریوں نے سب کے دل بہت لیے تھے۔ پہلے ہی عراق سے میرے لیے رپوٹیں ان سے لیے رہا کہ کبھی نہیں۔ اور ان سب سے دو مہینوں کے بعد وہ میرے لیے بھی ایک رپورٹ بھی بھیجی تھی جو پوری طرح یہی رپورٹ کی تائید کرتی تھی۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ زارت خاندان نے یہی حکمرانی کے لیے کچھ مضمون انور میرے چیتے لکھ کر مجھے جو سفر مضمون میں بھی پر لکھا رکھتے

تھے۔ ان افراد سے بھی اپنی رپورٹوں میں میر سے ملزوم اور لچکی سے دشمنیت کا اظہار کیا تھا۔ اور ان دلوں کی تشدد ایک کی جی جو میں نے لندن میں بھیجیں تھیں۔ اس مرتبہ کی طور پر میدان بہرہ بہ ہاتھ میں تھا۔ اور سب مجھ سے خوش تھے۔ یہاں تک کہ اس دور کے سیکرٹری نے وزیر سے میری ملاقات کے لیے وقت کیا اور میں اس کے ساتھ وزیر سے مل گیا۔ مجھے دیکھتے ہی وزیر کے چہرے پر ہنسی گونج گئی۔ آئی اے اور بڑے کم چاک انداز میں خوش آؤں گے کہتے ہوئے اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ یہ ملاقات گزشتہ دن بے چارن ملاقاتوں سے بیکر مختلف تھی جو اس بات کو ظاہر کرتی تھی کہ میں نے اس کے دل میں اپنے لیے جگہ پیدا کر لی ہے۔

وزیر خاص ملک میر کی اس بات کا حریف تھا جس کی بنیاد پر میں نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو اپنے قبیضے میں کر لیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ اس نے اپنی گفتگو کے دوران مجھ سے کہا تھا: "محمد بن عبدالوہاب پر سزا دلوانا یا دینی وزارت کا سب سے اہم مسئلہ تھا۔" اس نے بڑی شدت سے یہ تاکید کی تھی کہ میں محمد بن عبدالوہاب کو ایک "عظیم منصوبہ" کے تحت ان امور سے آگاہ کر دوں جنہیں اس کے وہاں کے دارے لیے اہم قرار دیتا ہے۔ وہ باوردار اس بات کا اعتراف کر رہا تھا کہ نظم و ضبط کے لیے میری تمام خدمات شیخ محمد بن عبدالوہاب جیسے شخص کی جتنی اور اس پانچا اثر و نفوذ قائم کرنے کے مقابلے میں پانچ گنی ہیں۔ نو آبادیاتی علاقوں کے وزیر کو جب یہ معلوم ہوا کہ میں محمد الوہاب کی تشدد کی بارے میں براہ پریشان ہوں تو اس نے نہایت اطمینان سے جواب دیا: "پویشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم نے جو کچھ شیخ کو پڑھا یا تھا وہ ابھی تک اسے یاد ہے اور وہ اسے آؤں اسفہان میں اس سے رابطہ قائم رکھے آؤں گے۔" ان کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ابھی تک اپنی دگر پے قائم ہے۔ میں نے اپنے ذہن سے یہ کہا: شیخ نے اپنے اس خود بخود کے ساتھ انگریز جاسوس کو کیکر کجارت دی ہوئی کہ وہ اس بات کے بارے میں معلومات

فراموش کر گئیں۔ اس شخص نے وزیر سے بات چیت کرنے والے بھٹے کوٹ محسوس ہوا کہ کہیں دوران میں جان جائے۔ بعد میں شمس سے دوبارہ ملاقات پہنچے۔ اب مجھ کو معلوم ہوا کہ اس نے تمام باجوہ کو ہٹا دیا۔ اس نے چاہا کہ اسفہان میں اس کی دوستی عبدالکریم کی ایک شخصیت جوئی کے لیے اپنے آپ کو اپنی تمام طاقتوں کا تھا اور اس نے شیخ پانچا کو ہٹا کر اس کے تمام رازت علویہ کر لیے تھے۔ اس کے ساتھ میں سفید بھی کچھ سے بعد اسفہان آئی اور اس نے مزید دہائیے کے لیے شیخ سے وعدہ کیا۔ شیخ کے سفیر میں وہ اس کے ساتھ نکلے تھے بلکہ عبدالکریم نے اسے اپنے ساتھ رکھا تھا۔ شیخ اور میں عبدالکریم نے شیخ کے لیے سفید سے بھی زیادہ خوبصورت لڑکی کا انتظام کیا تھا اور وہ میرا کے ایک بیوی خانہ ان کی حسین و جمیل لڑکی تھی جس کا نام آسیہ تھا۔ عبدالکریم اسفہان کے ایک باور دار اور مذہبی کا ایک آدمی تھا۔

تفصیل کے بعد عبدالکریم نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنی امانت دین کی کوششوں سے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو دلوانا یا دینی علاقوں کی وزارت کی ذمہ داری کے عین مطابق اس کا اور اس کے دلوانا یا دینی علاقوں کے ذمہ داری اٹھانے پر آمادہ کیا۔ یہاں بھی شیخ کی قبل ذکر ہے کہ وزیر سے ملاقات کے موقع پر سیکرٹری کے علاوہ وزارت کے دو اعلیٰ عہدیدار بھی وہاں موجود تھے۔ جنہیں اس وقت تک میں نہیں جانتا تھا۔ وزیر نے انہیں اسے اختتام پر مجھ سے کہا: "اب تم اسفہان کی نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کے سب سے بڑے اعلیٰ درجے کے خفیہ دار و باوردار اور امرا ہیں۔ جسے ہماری حکومت مقب اول کے جاسوس کو ہٹا کر لی ہے۔" واقعی پر اس نے نقلی انداز میں کہا: "میں نے سیکرٹری سے کہہ دیا ہے کہ وہ جنہیں حکومت کے بعض "پیشیدار" اور "رازداران" مسائل سے آگاہ کرنے کو کہہ رہی ہیں۔" داروں کو زیادہ بہتر طریقے سے انعام سے سزا۔

وزیر کی خوشنودی کے سبب میری دس دن کی چھٹی منظر ہوئی اور مجھے اپنی زندگی اور ایب دے بیچ سے لے کر قریب ماہ میرا کاروبار میں تین سال کا ہو چکا تھا۔ باطل یہ وہم تھا اور بعض الفاظ بڑے جتنے انداز میں بولے گئے تھے۔ اس نے چنانچہ مجھے دکھایا تھا۔ میں حقیقتاً اپنے دل کے تھکے کو زمین پر پڑا کر پڑا کر کہہ رہا تھا۔ افسوس نہ خوشی کے یہ لحاظ بڑی جتنی تھے کہ گزرتے تھے۔ زندگی اور بیچ کے ساتھ گزرنے والے لحاظ واقعی ناقابل بیان ہیں۔ اور زندگی کی تمام لذتیں اس کے آگے چلی جاتی ہیں۔ میری ایک عمر یہ وہ چھٹی تھی جس کی مجھ پر بچپن ہی سے نواز گئی تھی اور میرا خیال رہا تھا۔ میں اس سے لے کر کس قدر خوش ہوا اس کا اندازہ کسی کو نہیں ہو سکتا۔ میری اس بات سے بڑی خوشی ملا کہ جتنی اس لیے کہ دس دن کی چھٹیوں کے بعد جب میں تیسری مرتبہ اپنے سفر پر روانہ ہوا تو نہایت افسوس کے ساتھ مجھے اس کی دلت کی اطلاع ملی۔

میری دس دن کی یہ چھٹیاں ایک عجیبے نوعیت کی تھیں۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ زندگی کے ہر موسم میں حالات ہمیشہ بدلتے ہی رہتے ہیں اور مصیبت کی گھڑیاں اپنے وقت میں سالوں کا فاصلہ رکھتی ہیں۔ لندن کے ہر موسم میں حالات میں وہیں نے اپنی خوف کی پہلی کو یاد کیا جس کا ہر لمحہ میرے لیے ایک صدمہ بن گیا تھا۔ میں کسی طرح بھی مصیبت کے ان دایم کو جو ہماری سسٹم خوشی کے لحاظ کو کا دوام نہیں کر دے وہاں کی کوشت کو یادوں کے رینگوں میں ڈالتے ہیں۔ دس دن کی چھٹیاں منانے کے بعد آئندہ کے لحاظ میں سے باخبر ہونے کے لئے ہر سال وزارت خزانہ کیا۔ سیکرٹری سے ملاقات کے موقع پر میں نے اسے بہت کی طرح خزانہ خرچ پایا۔ اس نے مجھ سے بڑی گربوئی کی ساتھ ہاتھ ملایا اور وہ منہ ہیچ میں کہہ:

”اے ادا پاتی اور کے قصہ جی تھیں لی مرضی کے مطابق وزیر نے خود مجھے یہ علم دیا ہے کہ میں تھیں وہ اہم روز سے آشنا ہوا۔ ان دنوں سے واقفیت آئندہ کے دیگر امور

میں جہاں سے لے کر بہت مفید ثابت ہوئی اور دس دن کا توں سے نو ادا پاتی طاقتوں کی زیارت کے صرف چند ایک نمبر ان ہی باخبر ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے میرا ہاتھ ملایا اور اپنے ساتھ وزارت خانہ کے ایک کمرے میں لے گیا جہاں کچھ لوگ ایک گول میز کے اطراف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر تعجب سے یہی پوچھنے لگے تھے۔

- (۱) وزیر کے ساتھ میں جس کمرے میں آیا ہوں جو رافراؤ کی کیفیت دکھانے کی تھی کہ وہ بہت سلیکٹ عثمانی کا حالت افروز دیکھ کر حیرت کی اور انگریزی زبانوں پر پڑا جہاں سے مسطور تھا۔
- (۲) قسطنطنیہ کے فتح الاسلام کی دوسری حقیقت سے قریب تصور۔
- (۳) شہنشاہ ایران کا زندہ مجسمہ۔
- (۴) دربار ایران کے شہنشاہ عالم کی مکمل عکس۔
- (۵) نجف میں شیعوں کے مہاجرین کے ٹکڑے۔

یہ آخری تین افرواقی اور انگریزی زبانوں میں گفتگو کر رہے تھے۔ سب کے نزدیک ان کے پرائیویٹ سیکرٹری برادھان تھے جو ان کی باتوں کا نوٹ بنا کر حاضرین کے لیے اس کا ترجمہ کر رہے تھے۔ تاہم یہ کام ان کی عیونیت بلکہ جریوں کا کسی زمانے میں مذکورہ پانچ شخصیتوں سے بہت قریب کا رابطہ رکھتا تھا اور ان کی مکمل رپورٹ کے تحت ان پانچ ہم عصر افرواقیوں کا تمام رات وصال کے ساتھ ظاہری و باطنی اعتبار سے اس کی افراؤ کی مکمل آواز دینا چاہی تھا۔ پانچوں کو ان کی اپنی فرمائش اور تمام سے بخوبی آشنا تھے۔ سیکرٹری نے آغاز میں کرتے ہوئے کہ ان پانچ افراؤ نے اس کی شخصیتوں کو ہم پر ہر ایک سے اور یہ مانا چاہتے ہیں کہ وہ دوسرے طرح کی سوچ رکھتے ہیں اور آئندہ کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے۔ میں نے استنبول، تبران و نجف کی مکمل اطلاع انہیں

فرائض کو کر لی ہیں۔ اب روایت کا حقیقت پر محمول کیے جیسے ہیں اور اسی احساس سے ساتھ پیش کر دیا۔ صرامات سے یہ وہ سوالات کو جواب فرما کر کرتے ہیں۔ ہماری بات پر سوال کے مطابق ان کے مندرجہ جوابات حقیقت کے ہیں مطابق یا نہیں کیسے کہ اصلی شخصیتوں کے احوال سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ تیسری نے اپنی گفتگو کے دوران مجھے مخاطب کرتے کیا "اگر تم چاہو تو اس میں کسی کا امتحان لے سکتے ہو۔ مثال کے طور پر جو شخص شیعہ مسلک تقلید سے جو چاہو پوچھ سکتے ہو۔"

میں نے کہا: ہاں! اور فوراً ہی کچھ سوالات پوچھ ڈالے۔

پہلا سوال یہ تھا: "قبول کیا آپ اپنے مقلدین کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ کی خلافت پر کمر بستہ ہوں اور ان کے خلاف طعن جنگ کریں؟" نفی ہوئی۔ دوسری تقلید کے "کچھ دیر چلا اور کہا: "میں مطلق جنگ کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ وہ کسی مسلمان ہیں اور قرآن کی آیت کہتی ہے کہ: "تمام مسلمان انہیں میں جھکی جائیں گی"۔ اس صورت میں جنگ جائز ہے جب مٹائی ہوئی علم و رسم پر اترا آئیں۔ ایسی حالت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت ان سے جنگ بھی ہو سکتی ہے۔ وہ بھی اس وقت تک جب ان کا مذہب اور طوائف ان کے مذہب سے ملتا رہے۔"

میں نے پھر دوسرا سوال پوچھا: "مستور والہ! یہودیوں اور عیسائیوں کی نجاست کے بارے میں آپ کیا خیال ہے؟ کیا یہ لوگ واقعی پاک ہیں؟" اس نے کہا: "ہاں! یہ وہی وہی فرقے مسلمان نہیں ہیں اور مسلمانوں کو ان سے دور رہنا چاہیے۔"

میں نے پوچھا: "اس کی کیا وجہ ہے؟"

اس نے جواب دیا: "یہ دراصل مسلمانوں کا مسلک ہے کیونکہ وہ لوگ بھی ہمیں کا فرقہ دانتے ہیں اور وہ بد مذہبیت کی تہذیب پر کھڑے ہیں۔"

اس کے بعد میں نے پوچھا: "مختبر کا مصنف کی صفائی سے متعلق کیا کیدرات کے بعد مٹائی ایمان کی علامت ہے، پھر کیوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ پر اور تمام بارادوں میں اس قدر زندگی چھٹی رہتی ہے؟" مرتبہ تقلید نے جواب دیا: "جب تک اسلام لے صفائی اور پھر ان کو ایمان کی کوئٹل جانا ہے مگر اس کا کیا کیا جائے کہ مٹائی ہوئی ہے" اسے اعمال کی بے قیود اور بلی کی قدس نے یہ صورت پیدا کی ہے۔"

دوسرا سوال یہ تھا: "چونکہ اس مٹائی مرتبہ تقلید کی آمدنی ہو۔ حاضر، زبانی، نصیحت کے حقیقی مرتبہ تقلید کے ہیں۔ مطابق حقیقی۔ انسانی مٹائی حکوت کے اعمال کی بے قیود نہیں کی بات اس نے اپنی طرف سے اس میں ملائی تھی کیونکہ جہت کے عالم کی زبان سے یہ جملہ نہیں سنا گیا تھا۔ ہم جان میں اس ہم آہنگی اور مشابہت پر غور کرتے تھے کہ یہ تمام مذاہب سے بغیر اصل مرتبہ تقلید کے بیانات تھے جسے اس نے فارسی میں پیش کیا تھا۔ یہی اصل مرتبہ بھی فارسی میں پیش کیا گیا تھا۔ تیسری نے فہم سے کہا: "مگر چار افراد نے یہ بھی چاہا تو سوال کر سکتے وہ یہ چاروں افراد بھی تمہیں اصلی شخصیتوں کی طرف جواب دیں گے۔"

میں نے کہا کہ اس مسئلہ کے خلاف اسلام آمدنی کی کے افکار اور بیانات سے بخوبی واقف ہوں اور اس کی باتیں میرے حلقے میں کھو چکی ہیں۔ آپ کی بات سے میں اس کی ہم شکل سے متاثر ہوں گا۔ اس کے بعد میں نے پوچھا: "آپ خودی صاحب! کیا مٹائی خفیہ کی علامت واجب ہے؟"

اس نے کہا: "ہاں! یہ میرے بیٹے اس کی علامت خدا اور اس کے رسول کی علامت کی طرف واجب ہے۔"

میں نے پوچھا: "مگر وہ بلی کی بنیاد پر؟"

اس نے جواب دیا "کیا تم نے یہ آیت کریمہ نہیں سنی ہے کہ "خدا اس کے رسول (ﷺ) اور آلہ الہام کی اطاعت کرو"۔

اَلْحَقُّ لِلّٰهِ وَالْطَّيِّبُ لِلرَّسُولِ اُولٰٓئِكَ اَلْخَاصُّ بِحُكْمِ (سورہ نساء آیت 59)
میں نے کہا: "اُمّ طہیفاؓ نے اس سے تو گویا خدا نے ہمیں یہ ایک اطاعت کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ اس وقت کا خلیفہ تھا حالانکہ اس نے دنیا کی تار و پود کا حکم دیا تھا اور سبط رسول ﷺ حضرت امّ حبیبہؓ رضی اللہ عنہا کو بھی کیا تھا اور عداۃ نہ علم کس طرح ولید کی اطاعت کا حکم دے گا جبکہ وہ شراب خور تھا؟" اُمّیؓ نے اسلام نے جواب دیا۔

"میرے بیٹے! یہ اللہ کی طرف سے رسولوں کا یہ تھا لیکن کل حسین میں اس سے خطا ہو گئی تھی جس کے لیے بعد میں اس نے توبہ لے لی تھی۔ مدینہ میں قتل و غارتگری کا سبب وہاں کے گولہ باز کسی اور نے کیا اور یہ ایک اطاعت سے انحراف تھا جس میں یہ توبہ کا قصور نہیں تھا۔ اب وہ گویا مدینہ میں شک نہیں کرو کہ وہ شراب پیتا تھا لیکن شراب میں پانی ملا کر پینا تھا؟ کس کی مستی تم دو جانتے اور یہ اسلام میں جائز ہے۔"

میں نے چھ عرصہ قبل انہی میں حرام شراب کے متعلق سنایا تھا کہ ان کے شیخ
اسلام شیخ احمد ستہؒ نے ثابت کر دیا تھا کہ اس کا جواب کچھ اختلاف کے ساتھ لندن کے ایک عالمی شہ
اسلام کے جواب سے ملتا جلتا تھا۔ میں نے اصل سے نقل کی اس کی شہادت تیار کرنے کی
"اوشوں کو براہ راست ہوئے تکرانی سے پھر بعد از اس خراسان سے کیا تھا کہ حاصل ہو سکتا ہے۔"
اس نے جواب دیا: "اس طرح ہم بارشادوں اور شیخ علماء کے افکار و اراء کے
میان میں سے اشیاء حاصل کرتے ہیں۔ جہاں علامات کو پرکھا جاتا ہے اور ان سے نتائج
اخذ کیے جاتے ہیں اور پھر ہم ملاقات کے مدنی اور سیاسی مسائل میں دلائل ائمہ کوئی کہتے ہیں
دلائل اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ان مالم باطلوں بادشاہات کی مشرقی حدودوں میں ہم

سے خاصیت پاتا۔ آیا ہے تو ہم اس کو کاروائی کے لیے ہر طرف سے اپنا توانا بنائیں گے اس
سمت میں مرکوز کر دیتے ہیں لیکن اگر ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ ہمارا حقیقی دشمن کس نظام پر مرکوز
عمل ہے تو ہم اپنی توانائیوں کو ملاتہ کہ چپے چپے میں پھیلا کر پڑتا ہے۔ مذکورہ عمل ہمیں
اس بات میں بھی مدد دیتا ہے کہ ہم اسلام کے احکام و فرامین میں سے ایک ایک مسلم کے طور
استیلا کو سمجھیں اور وہ خود بخود مطاعب فراموش کریں اور اس کے عقائد کو باطل قرار دیں۔
اختلافات، تفرقہ ریزی، بڑاؤ و مسلمانوں کے عقائد میں بڑاؤ پیدا کرنے کے لیے اسی طریق
کے اقدامات کیے جاتے ہیں۔

اس کے بعد کئی بڑی کئی کئی ایک چار سطحوں پر مشتمل ایک حکم کتاب مطالعہ کے
لیے دی۔ اس کتاب میں اصلی اور نقلی افروغی کو منظر تجزیہ اور مقابلوں کے نتائج سے متعلق اعداد و
شمار درج تھے اور مجھے حاصل شدہ نتائج کی بنیاد پر اسلامی دنیا میں فوجی، مالی، تعلیمی اور مذہبی
مسائل سے متعلق حکومت، نظام کے حربہ شدہ دیگر امور سے واقفیت حاصل کرنا تھی۔

بہر حال میں کتاب کو گھر لے گیا اور تین ہفتے کے عرصے میں بڑی توجہ کے ساتھ
شروع سے آخر تک اس کا مطالعہ کیا اور متعدد دست میں لو آ بار پاتی علاقوں کی وزارت کو
دلیں دے آیا۔ کتاب واقعی بڑی محنت سے تیار کی گئی تھی۔ اس میں مساحیان علم مساحیان
سیاست اور اسلام کی مدنی خصوصیتوں کے عقائد و نظریات کے بارے میں اس خوب سے بحث
کی گئی تھی اور نتیجہ اخذ کیا گیا تھا کہ پڑھنے والوں کو دو چار تھا۔ سزا پسند صاحب حقیقت پر
مطلقیت تھے جبکہ سفاقیہ میں اختلاف تھا۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد مجھے اطمینان ہو گیا کہ
پہری حکومت اپنے عمل میں غیاب ہو گی اور مذکورہ کتاب کی چٹین ٹوٹی کے مطابق
سلطنت عثمانیہ ایک صدی کے عرصہ میں بہر حال ختم ہو جائے گی۔

نیکوئی سے ملنے کے بعد مجھے یہ بات معلوم ہو گئی کہ لو آ بار پاتی علاقوں کی

وزارت میں واپس کے نام نہ لکے لیے فراودہ استعماریوں نے اس استعماری اس طرح
شہر سازئی یا نقلی روپ کے عمل بدوے ۵ یا ۱۱ لکھا گیا ہے اور ان تمام نمائندگ کو پری طرح
استعمار کے شیعہ میں بکڑنے کے اختلافات عمل کے گئے ہیں۔

سکریوی نے اپنی گفتگو کے دوران مجھ سے کہا تھا کہ وہ پہلا راز ہے جس نے
ذہن کے قسم کے مطابق مجھے بتایا ہے کہ وہ راز کو وہ دیکھ کر کتاب کی دوسری جلد کے
مطالعہ پر ایک ماہ بعد مجھے بتائے گا۔

میں نے دوسری کتاب کے کراس کا مطالعہ شروع کیا۔ یہ کتاب پہلی کتاب ہے مکمل
کرتی تھی۔ اس میں اسلامی مائیک ہی متعلق بنی اصطلاحات زندگی کے مختلف مسائل میں مفید
معی معائنہ و فائدہ جو کہ دوست کی کمزوری یا توانائی کو ظاہر کرتے تھے تھے اور مسلمانوں کی پسماندگی
کے اسباب وغیرہ پر گفتگو تھی۔ اس کتاب میں اس سلسلہ عبادت پر بڑی سیر حاصل ہوتی تھی
تھی اور مسلمانوں کے کمزور پہلوؤں یا اختلافات کے ذرائع کو نمایاں کیا گیا تھا اور ان سے اپنے
حق میں فائدہ اٹھانے کی تدابیر سمجھائی گئی تھیں۔ اس کتاب میں مسلمانوں کی جن کمزوریوں
کی طرف اشارہ کیا گیا تھا وہ یہ تھیں:

(۱) شیعہ بنی اختلاف

(۲) سکروٹوں کے ساتھ قوموں کے اختلافات

(۳) ایلی اور خطی حکومتوں کے اختلافات

(۴) تہذیبی اختلافات

(۵) علماء اور حکومت نے مجدد وادوں کے ذہن یا انطاہمیاں

(۶) تقریباً تمام مسلمان ملکوں میں جہالت اور نادانی کی فراوانی۔

(۷) لکھنؤ اور تحصیل ووزارت کے حالات سے بے خبری تمام اور محنت کی کمی

(۸) مادی زندگی سے بے فکر بنی، جنت کی امید میں حد سے زیادہ عبادت جو اس دنیا
میں بہتر زندگی کے راستوں کو بند کر دیتی تھی۔

(۹) خود فراموشی اور ان کے علم و استعداد۔

(۱۰) امن و امان کا فقدان، شہروں کے درمیان مہربانی اور راستوں کا فقدان، عمارت
کا لپے کی سہولتوں اور مختلف صحت کے اصولوں کا فقدان جس کی بنا پر ماحول یا اس
میشی متعدد بیماریوں سے ہر سال آدھ کا ایک حصہ موت کی نذر ہو جاتا ہے۔

(۱۱) خونی و لڑوں میں بدانتظامی اور قاعدے قوانین کا فقدان، قرآن اور احکام
شریعت کے احترام کے بے پرواہی کی طرح پائے سے بے پرواہی۔

(۱۲) شہروں کی دیرانی، آبپاشی کے نظام کا فقدان اور رعیت اور رعیتی بڑی کی کمی۔

(۱۳) پس ماندہ اور غیر صحت مند افراد و اقوام۔ پورے علاقے میں عام غربت اور
بیماری کا دور دورہ۔

(۱۴) صحیح تربیت یافتہ فوج کا فقدان، اسلامیہ دوقری ساز و سامان کی کمی اور موجودہ
اسلحہ کی فرسودگی۔

(۱۵) مورتوں کی تھیں اور ان کے حقوق کی پامالی۔

(۱۶) شہروں اور دیہاتوں کی گندگی، بے طرف کوڑے کرہات کے انبار۔

(۱۷) سرکوں، شاہراہوں اور بازاروں میں اشیائے فروخت کے بکھرے ڈسے
بے نظم و ضبط۔

مسلمانوں کے کمزور پہلوؤں کو نشانے سے ہمہ کتاب نے اس حقیقت کی طرف
اشارہ بھی کیا تھا کہ شریعت اسلام کا قانون مسلمانوں کی اس طرز زندگی سے ترقی پزیر نہیں
فہمیں کھاتا لیکن یہ بات ضروری ہے کہ مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی رو سے بے خبر رکھا

ہم سے اس کتاب کے بارے میں اس قدر متنبہ رہیں کہ اس کے بعد کتاب نے بصورت
نہ سست اور ادا مرد و حکامات کی طرف بھی اشارہ کیا تھا جو دین اسلام کے اصول و مبادی کو
خارج کرتے تھے اور ان کی صورت یہ تھی۔

(۱) وحدت و یگانگی اور یحییٰ چاروی کا گید اور نفرت سے دوری۔

(۲) تعلیم و تربیت کی تاکید۔

(۳) ہجر اور افکار کی تاکید۔

(۴) مادی زندگی، بھرنے کی تاکید۔

(۵) زندگی کے مسائل میں لوگوں سے رائے مشورے کی تاکید۔

(۶) شام، اپنی بنائی کی تاکید۔

(۷) حدیث نبوی کی بنیاد پر تدریسی اور اصلاحی کی تاکید۔

علوم کی چار قسمیں:

(۱) علم لغت و دین کی حفاظت کے لیے۔

(۲) علم طب، بدن کی حفاظت کے لیے۔

(۳) علم نجوم و زمان کی حفاظت کے لیے۔

(۴) علم نجوم و زمانے کی پہچان کے لیے۔

(۵) آبیاری کی تاکید۔

(۶) اپنے کاموں میں نظم و ترتیب۔

(۷) حاجی احکام کی تاکید۔

(۸) جدید ترین اسلحہ اور جنگی ساز و سامان سے لیس فنی تنظیم کی تاکید۔

(۹) غور و فکر کے حقوق کی حفاظت اور ان کے احترام کی تاکید۔

(۱۰) مغربی اور پائیز کی تاکید۔

ان امور کے تذکرہ کے بعد کتاب اپنے دوسرے باب میں اسلام کی طاقت و
قوت کے سرچشموں کے پیشیت کے اسباب پر روشنی ڈالتی ہے اور انہیں چاروں سے دو چار
کرنے کے لیے ترقی کی راہوں کے خلاف اقدامات کو آبدیانی علاقوں کی وزارت کا نقطہ
آغا و قزاق و جی ہے اور وہ ترقی کی راہیں یہ تھیں:

(۱) رنگ و نسل پران تہذیب و تمدن اور دینی تقصبات کو خاطر میں نہ لانا۔

(۲) سود و خیر و دام و زنی، پیشی، شراب اور سو کے گوشت و شیر کی مناعت۔

(۳) ایمان و عقیدہ کی بنیاد پر ملائے دین سے شدہ عصب اور دامنگی۔

(۴) موجودہ طبعی کی نسبت عامۃ المسلمین کا احترام اور یہ عقیدہ کہ وہ عقیدہ کا جانشین اور

اولیٰ الامر ہے جس کی بنا پر اس کے اخراجات کی بجائے دینی فدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے اخراجات کی بجائے دینی ہے۔

(۵) کفار کے خلاف وجوب جہاد۔

(۶) غیر مسلموں کی تاپا کی پختی اہل تشیع کا عقیدہ۔

(۷) مختلف ادیان اور مذاہب پر اسلام کی ہمارے دینی کا عقائد۔

(۸) اسلامی سر زمین پر ہونے والی اضرانی مباحات کا بھوں کی تعمیر کے بارے میں شیعہ

حجرات کی مناعت۔

(۹) جزایہ و عہد سے تمام یہودیوں اور نصاریوں کے اخلا و پکار مسلمانوں کا اطلاق۔

(۱۰) اشتقاق کے ساتھ نماز، روزہ اور حج کے فرائض کی انجام دہی میں عداوت۔

(۱۱) غم کی ادائیگی کے بارے میں اہل تشیع کا عقیدہ اور علماء کی طرف سے مستحقین کو

اس رقم کی تحفہ۔

(۱۲) ایمان و اخلاص کے ساتھ اسلام کے دینی نظام سے دلچسپی۔

فی سبیل اسلامی دنیا کو کمزور دیا جائے گا تھا اور وہ یہ نہیں:

(۱) بدگلی اور حسد و قہقہہ کے ذریعے شیعہ اور سنی مسلمانوں میں مذہبی اختلافات پیدا کرنا اور دونوں گروہوں کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف لمبات آہن اور تہمت انگیز باتیں لکھنا اور فتنہ و فتنہ کے اس سہارے پر گرام کروہی عمل لانے کے لیے ہماری اغراض کی ہرگز پروا نہ کرنا۔

(۲) مسلمانوں کو جہالت اور لاعلمی کے عالم میں رکھنا۔ کسی تعلیمی مرکز کے قیام کی کوشش کو کامیاب نہ ہونے دینا۔ علمیت اور تشریع و اشاعت پر پابندی عائد کرنا اور ضرورت نہ ہونے کو ای کتاب خانوں کے نذرانے کھلی کرنا۔ بچوں کو دینی مدارس میں جانے سے روکنے کے لیے علماء اور مزاحم دینی پرستیں لگانا۔

(۳) کالی پھیلائے اور زرعی کی جتنی مسلمانوں کو کھردھ کرنے کے لیے موت کے بعد کی دنیا میں رنگ آمیزی اور جنت کی ایسی توصیف بیان کرنا تاکہ وہ مجسم بہن کر لوگوں کے ذہن و قلب پر چھا جائے اور وہ اس کا حاصل کرنے کے لیے اپنی معاشی جنگ و دوستانہ رہو ہوجائیں اور ملک الموت کے انتظار میں بیٹھیں۔

(۴) ہر طرف درہائیوں کی خانقاہوں کو پھیلا کر اور ایسی کتابوں اور رسائلوں کی طباعت جو لوگوں کو دنیا و مافیہا سے پرست کر کے انہیں سرمدیہ اری اور گوشہ نشینی کی طرف مائل کریں جیسے غنی کی احیاء العلوم، سولانا ورم کی شہوکار اور محمد الدین عربی کی کتابیں وغیرہ۔

نوٹ: ان کتابوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ لایفیلہ نے طبعی یا بدعتی ہے۔ غزالی جیسے مفسرین یا محمد بن عبد بن علی اور دلائل الدین مدنی جیسے علما کی بیان کردہ تعلیمات عملی اخلاق کا ایک سلسلہ ہے۔ نفس سے تکریم و تہذیب و توشہ نشینی اور مزاج اری سے تعبیر کرنا عقائد اور دست نہیں۔ (مستقیم)

(۱۳) گمراہ اسلام کے بنیادی مقصد کے ساتھ بچوں اور نوجوانوں کی روحانی تعلیم

و تربیت اور بچوں کے ساتھ والدین کے روحانی اور جلال کی ضرورت و اہمیت کا رجحان۔

(۱۴) عورتوں کو پردہ کی تاکید جو انہیں غیر شرعی روابط اور بدعیتوں سے روکتی ہے۔

(۱۵) نماز یا جماعت کی ادائیگی اور جبکہ کے لوگوں کا دل میں کئی مرتبہ ایک مسجد میں اکٹھا ہونا۔

(۱۶) بغیر اکرم و اہل بیت اور اہل بیت کی زیارت کا ہر ان کی تعلیم اور ان مقامات کو ملاقات اور اجتماع کے مراکز قرار دینا۔

(۱۷) سادات کا احترام اور رسول اکرم ﷺ کا اس طرح تذکرہ کرنا جو یاد دہا بھی دے دے ہیں اور درود اسلام کے مستحق ہیں۔

(۱۸) اسلام کے اہم اصولوں کے نشان سے امر بالمعروف اور نہی منکر کا وجہ۔

(۱۹) شادی بیاہ بکثرت ادا اور تصدق و ازواج کا مستحب ہونا۔

(۲۰) کاروں کی احسان پر آمادہ کرنا کہ کوئی کسی خا کو مسلمان کرے تو یہ کام اس کی لیے تمام دنیا کی دولت سے ملے دیوگا۔

(۲۱) نیک عمل انعام دینے کی اہمیت: "جو کوئی نیک عمل کی وجہ سے گمراہی کی لیے دو جزائیں مخصوص ہیں۔ ایک خود اس نیک عمل کی اپنی جزا اور دوسرے اس نیک عمل کو انعام دینے کی جزا"۔

(۲۲) قرآن وحدیث کا بے انتہا احترام اور ثواب آخرت کے لیے ان پر عمل پیرا ہونے کی شدید ضرورت۔

اسلام کے ان سرچشمہ ہائے قوت کے تذکرہ کے بعد کتاب کے اگلے ابواب میں دیانت کے ان محکمہ ستونوں کو کمزور جانے کے عملی راستوں پر بڑی محکم دلیلوں کے ساتھ گفتگو کی جاتی ہے۔ اس کے بعد بصورت فہرست ان اقدامات کی تاکید کی گئی تھی جن کے

(۵) خود خواہ نیکو افروں کی مخالفت کے جوہر میں مختلف احادیث کی اشاعت مثلاً :

"یا ہر شاہ زہن پر اندھہ سایہ ہے۔" یا پھر یہ دعویٰ کہ حضرت ابو بکر عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم نے اس لیے اسے سب سے پہلے بالخیر بلوا کر کے ذرے سے حکومت کے منصب پر فائز دئے اور بزرگ شمشیر شکرانی بختیار کی نافرمانی کو ایک شمشیر کی صورت میں پیش کرنا جس کی ذمہ داری حضرت ام (رضی اللہ عنہ) نے قیام رکھی اور اس بارے میں دلیل قائم کرنا جیسے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے طرفداروں نے خاص طور پر آپ کی زبیر مختار حضرت فاطمہ الزہراء (رضی اللہ عنہا) کے کہہ چلانا یہ ثابت کرنا کہ :

(۱) حضرت عمر کی خلافت، ظاہر حضرت ابوبکر کی وصیت اور باطن خلفائین و ذرا دوسری کرمیں میں لائی گئی۔

(۲) حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی مخالفت کی بنیاد پر حضرت عثمان کے انتخاب میں اور انسانی طور پر شہرہ کی کھلیاں، جو با آخر خلافت، شورش، غلبہ سوم کے قتل اور حضرت علی کی خلافت پر منتج ہوئی۔

(۳) شکر و جلد اور شمشیر کے وسیع ہونا یہ کہ ہر برادر آزاد اور اسی صورت میں اس کی پائیشیوں کا اشتہار۔

(۴) ابو مسلم کی قیادت میں سلطان کی سب سے بڑی شہر خلافت رضی اللہ عنہ کا قیام۔

(۵) حضرت ابوبکر سے لے کر عثمانوں کی حکمرانی کے اس دور تک تمام خلفاء اسلام آہستہ آہستہ اور یہ گئے :

لقد اقام امام میں ہمیشہ آہستہ آہستہ کا دور دورہ رہا ہے۔

(۶) راستوں میں بد امنی کے اسباب اہم کرنا۔ بد اندیش افراد کی مدد سے شہر وں اور دیہاتوں میں فتنہ و فساد برپا کرنا اور شہر وں و دیہاتوں اور دکانوں کی پشت پناہی کرنا اور ان کے اسلحہ اور قہر تمام کرنا کہ ان سے ان کی مدد کرنا۔

(۷) خطان سب کی خوشحالی میں آئے اور جو بی اور قدرتی ہتھیار کو ترجیح دینا

اور یہ بتانا کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے۔ بنیادی بھی اللہ کی دین ہے اور اس کا طلاق ہے سورہ ہے۔ اس مسئلے میں یہ آیت پیش کرنا "وہی ہے جو مجھے کھانا دیتا ہے اور یہ اس کی عانت میں میرا آپ کرتا ہے اور سب میں بنیاد دینا تو مجھے تمہاری عطا کرتا ہے۔" (سورہ شہرا آیت ۸۱، شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ موت اور بھی ہے۔) (سورہ شہرا آیت ۸۱، شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ موت اور حیات بھی اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ بنیادی سے شفا یابی اور موت سے رہائی اس کی مشیت اور اس کے ارادہ کے بغیر ممکن نہیں ہے اور یہ تمام رد و باہر ہونے والے واقعات اقصائے الٰہی ہیں۔

(۸) اسلامی ممالک کو فخر و افلاس میں باقی رکھنا اور ان میں کسی قسم کا قحط و جہل یا اسباب قحط کو جاری نہ ہونے دینا۔

(۹) فتنہ و فساد اور بظلم و آزار میں کوہار اور اس عقیدہ کو دھم میں رائج کرنا اور اسلام محض مبارک اور پرہیز گاری کا نام ہے۔ اور دنیا اور اس کے امور سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ حضرت محمدی المرتبت (علیہ السلام) اور ان سے چاہیوں نے کبھی ان مسائل میں چرنے کی کوشش نہیں کی اور یہی انداز تھا کہی تنظیم سے کوئی سرگرم نہیں رہا۔

(۱۰) لہذا یہ بڑے بڑے امور پر توجہ اقصائے حد عالمی اور غربت و بیماری میں اضافہ کا مٹ ہو گئی عمر اس کے ساتھ ساتھ ہمسائیگی میں اضافہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کسانوں کے غلام کے ذمہ دار کو ذرا تفسیر کی جائے تھی کہ ان کے تفسیر کو دہرایا جائے۔ عجمانی جہاں اور صفتی مراکز میں بدعہ بیانے پر آپ بھارتی جائے۔ رو کیا اس کے بندہ ذکر و بھلائی و برائی کی جائیں اور پینے کے پانی کو زہر آلود بنایا جائے تاکہ اس لحاظ سے علاقے والوں کی ہمسائیگی اور فتنہ و فساد کا سامنا فرما کر کیا جاسکے۔

(۱۱) اسلامی خمر خانوں کے طراز کو بدلنا جائز ہو، ان میں شراب لکھی ہوئے بازاری دور دیئے، قلمانی برائیاں بیچنی جائیں۔ جو یہی خزانہ میں خور و برد اور نوٹ کھسوت کی ایسی صورت پیدا کی جائے کہ ان کے پاس اپنے دفاع، ملکی مصیبت اور ترقیاتی ادارے کوئی رقم باقی نہ رہے۔

(۱۲) ”مرد و عورتوں پر حاکم ہیں“ (سورۃ نسا، آیت ۳۴) کا ”معرضہ میں ہدی کا پتلا چس“ کی حدیث کے ہماریس مولوں کی قہقہہ کو نیکوئی کا پرچار کیا جائے۔

(۱۳) اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کی شہر کی اور دیہاتی بستیوں میں غلاظت اور گندگی کا سب سے بڑا سبب ان عمارتوں میں پانی کی کمی ہے اور ہمیں چاہیے کہ ہم ہر ممکن طریقے سے صحیح آب و ہوا میں پانی کی فراوانی روک دیکم کہ ان عمارتوں میں زیادہ کثرت سے گندگی میں اضافہ ہو۔

کتاب کے ایک اودھاب میں مسلمانوں کی قوت و خلافت کو قوت دینے اور انہیں سکون دینے کے دیگر اصواں پر بھی گفتگو کی گئی تھی جو درج ذیل سے خالی نہیں:

(۱) ایسے امور کی ترویج جو قیامت میں ہائیڈروکسیل مہیتوں کو ہوا دیں اور لوگوں کو تڑپ شیعہ قوموں کی تاریخ، دین اور خلافت کی طرف شہادت سے بائیں کریں اور وہ بائیں اسلامی جہتیں مہیتوں پر غریب نہ ہوں اور ان کا احقر امر کریں۔ مصر میں قومیت کا ایام ایران میں زردشت اور چین میں بائیں میں بائیں کی بہت پرستی ان کی مثالیں ہیں۔ کتاب کے اس حصے میں ایک بڑے نفع کا بھی اضافہ کیا گیا تھا جس میں ان مراکز کی شناخت کی گئی تھی جن میں سابق الذکر خلوط پر عملدرآمد ہو رہا تھا۔

(۲) شراب نوشی، جو سہ بازی، بد فعلی اور شہوت رانی کی ترویج، پورے مہوش کے استعمال کی ترغیب، ان کا دروازوں میں بیہوشی، لہرائی، زرد خشتی اور صابنی آئینوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ دانا چاہیے اور ان برائیوں کو

مسلم معاشرے میں زیادہ سے زیادہ فروغ دینا چاہیے جن کے کوئی کوآ یا، باقی عمارتوں کی وزارت انہیں انعام و اکرام سے نوازے گی۔ اس کام کے لیے متعدد افراد کی ضرورت ہے جو کسی بھی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور شراب، دجاء، فحاشی اور سہو کے گوشت کو جہاں تک ان کے لوگوں میں مقبول ہاں ہیں۔ اسلامی دنیا میں اگرچہ یہ حکومت کے کارندوں کا یہ فریضہ تھا کہ وہاں دولت، انعام و اکرام اور مہاسب طریقے سے ان نہ انہوں کی پشت پناہی کریں اور ان پر حمل ہی انہوں کو کسی طرح کا گزند نہ پہنچے دیں اور مسلمانوں کو اسلامی احکامات اور اس کی ادا و نواہی سے روگردانی کی ترغیب دینا کیونکہ اسلام شرع سے ہے تو نبی و حاشرے میں بد نظمی اور فساد کی مہاسب اولیٰ ہے۔ مثال کے طور پر قرآن مجید میں سو کی حدیث سے مذمت کی گئی ہے اور اس کا شمار کرنا بائیں کہیں ہو نا ہے۔

پس لازم ہے کہ ہر حال میں سوا اور حرام دوسرے بازی کو حاکم کرنے کی کوشش کی جائے اور اقبہ دی بد حالی کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے۔ اس کام کے لیے ضروری ہے کہ سو کی حدیث سے متعلق آیات کی سطح تکمیل کی جائے اور اس اصول کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ قرآن کے ایک حکم کی سرانجامی اسلام کے تمام احکام سے درگردانی کی جرأت کا ائیدار ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ قرآن انہیں نہیں سو کوئی کیا ہے وہ سو سب دیا ہو و سو ہے مگر نہ ہم سو میں کوئی قیامت نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے ”اچھے مال کوئی کنا کرنے کی خاطر نہ لٹاؤ“ (سورۃ آل عمران آیت ۱۸) اس کا پورا حرام نہیں ہے۔

(۳) علم ہے، دین اور حاکم کے درمیان ادنیٰ اور انہر کام کی لٹاؤ کو لود کرنا اور فریبہ ہے جسے انگشت کی حکومت کے ہر ملازم کو یاد رکھنا چاہیے۔ اس کام کے لیے دو باتوں کی اشہد ورت ہے۔

(۱) علماء جمیع بلاد الخراسان تراجم کرتے ہیں۔

(ب) لڑائی کی علاقوں کی وزارت سے مسلک بعض افراد کو ملانے دین کی صورت دینا اور انہیں لادہرو لایوڈسٹی، جھنگ، مکرگاہ اور رستونی کے علمی اور نیم سرگزمین اتارنا دینا دینے سے لوگوں کا رشتہ توڑنے کے لیے ایک راستہ یہ بھی ہے کہ بچوں کو اپنی علاقائی کی وزارت کے پروگراموں کے مطابق تربیت دی جائے۔ اس کام کے لیے ایسے اساتذہ کی ضرورت ہے جو چارہ سے نچھاورا رہا ہو تاکہ وہ جدید علوم کی تدریس کے صحیح طریقوں کو جو ان کو ملے دین اور مثالی طریقہ سے تدریس کر اور ان کی اخلاقی برائیوں کو منظم و درست کر دے۔ یہی آپ کتاب کے ساتھ بیان کریں اور یہ بتائیں کہ وہ کس طرح قوم پر کیا اپنی اصلاح میں کو نذر کرتے ہیں اور ان میں علمی پہلو سے اسلامی جھنگ نہیں لائی جاتی۔

(۵) وہ جو یہ جہاد کے عقیدے میں تزلزل پیدا کرنا اور یہ ثابت کرنا چاہا صرف صدرِ اہلِ اسلام کے لیے تھا تا تو مخالفوں کی سرکوبی کی جائے مگر اس کی اصل مقصد ضرورت نہیں ہے۔

(۶) کافروں کی پابندی اور مجاہدہ سے متعلق موضوع جو غماض طور پر شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے ان مسائل میں سے ہے جسے مسلمانوں کے ذہن سے خارج کر دیا جائے یہ اس کے لئے نئے قرآن اور حدیث سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر یہ آیت جس میں فرمایا ہے کہ ”المن تق، جو تمہا کھاتے ہیں دو تم پر حلال ہے اور جو تم پر حلال ہے اور جو تمہا کھاتے ہیں وہ تم پر حلال ہے۔“ کیا رسول اللہ ﷺ نے صلیب اور بارہ مایہ پوری اور مسیحی مجروحوں سے مدد نہیں کی تھی؟ اور کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ (نور اللہ) رسول اللہ ﷺ کی مدد کو جان نہیں بچا؟

(۱۷) مسلمانوں کو یہ بات سمجھانی چاہیے کہ دین سے حضرت فاطمی مرتبت علیہ السلام کا مراد

صرف اسلام نہیں بلکہ جیسا کہ قرآن حکیم سے بھی ثابت ہے وہیں سے اپنی کتاب یعنی یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں اور تمام ایمان سے بے دخل و کنار ہو مسلمان کہا جائے گا قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا سے رفا کرتے ہیں کہ اس دنیا سے مسلمان بنائیں۔ حضرت ابراہیم خدا کا عمل طریقہ اسلام کی گئی جتنی جتنا ہے کہ ”پروردگار ہم وہ لوگوں کو مسلمانوں کے زمرہ میں اور ہمارے خاندان کو اہل ملت قرار دے“ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزندوں سے کہتے ہیں ”اے خداوندگار! ہمارے اسلام تمام“۔

(۸) دوسرا اہم موضوع یہودیوں اور مسلمانوں کے اسباب سے متعلق ہے۔ قرآن نے حدیث اور تاریخ اسلام کی روشنی میں لوگوں کو یہ اور کر لیا جائے کہ یہاں کتاب کی مہارت کا یہاں محترم ہیں قرآن کا ارشاد ہے: "اور خدا کا عالم اودوں کو سن رہا تھا تو لوگ نفاق سے چلے گاؤں۔ یہودیوں کے یہودیوں اور رومیوں کے رومیوں کے انھوں نے خود کو تاجدار اور پادشاہ کہتے (سورہ حج آیت ۴۱) آیت سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہودیوں میں عداوت کا یہ محترم ہیں اور انھیں ہر مذہب انسان نہیں پہنچا جا سکتا۔

(۹) دین یہود سے اکثر پہلی چند حدیثیں جناب رسالت مآب ﷺ کے نقل کی گئی ہیں مثلاً یہودیوں کو زور دیا کہ عرب سے اپنا زوال نہ لے جائے اور عرب میں وہ منافق اور ایمانی کی گنجائش نہیں۔ یہیں ہر حال میں انکی اسادہ کی حرج برائی کرتی چاہے یہ اور یہ بتانا چاہیے کہ انکی اسادہ کی صحیح و غلطی تو حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی یہودیوں اور مسلمانوں سے شادی نہ کرے۔

(۱۰) لازم ہے کہ مسلمانوں کو مہارت سے درخا جائے اور اس کے جوہر کے بارے میں ان کے دلوا میں شوق پیدا کیے جائیں۔ خاص طور سے اس نکتہ پر دروہا جامعہ کے خدو و خال پر ہواں کی مہارت سے نیچے لارے۔ حج ایک پیروہوں

قرار دیا جائے اور مسلمانوں کو شدت کے ساتھ کہہ جانے سے روکا جائے۔ اس طرح مجلس اور اس سلسلہ کے تمام اجتماعات پر پابندی لگائی جائے۔ یہ اجتماعات ہمارے لیے خطرہ کی گھنٹی تھیں۔ اور انہیں شدت کے ساتھ روکنا ضروری ہے۔ مسجد اقصیٰ، ان کے حضرات، امام بارگاہوں اور مدرسوں کی تعمیرات پر بھی بندش عائد کی جائے۔

(۱۱) فلسطین، فلسطین کی تقسیم بھی اسلامی تقویت کا ایک سبب ہے۔ فلسطین فلسطین و زمین تھوڑی اور کار بار کی مبالغہ سے نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اس بات سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ان رقم کی اولیٰ بنیں بغیر اگر مسلمانوں اور ان کے لئے میں واجب تھا لیکن اب علمائے دین کو اس کا اختیار نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے اس رقم کو حاصل کر لیں۔ یہ ضرور پر جبکہ یہ لوگ اس رقم سے ذلتی لاندہ سے حاصل کرتے ہیں اور اپنی لیے بھڑک کر دیا گئے، مگر وہ باغات اور محلات خریدتے ہیں۔ اس بات سے شرعی فلسطین کی رقم ان کے لیے جائز نہیں ہے۔

(۱۲) لوگوں کو یہ دیکھ کر کہنے کے لیے یہ ہر کرنے کی ضرورت ہے کہ اسلام خشک و شاد و راہی اور اختیارات کا دین ہے اور اس کے شیعوں میں اسلامی مسائل میں رفا ہونے والے واقعات کو پیش کرنا چاہیے۔

(۱۳) اپنے آپ کو تمام گھراؤوں میں بچھا کر باپ بیٹوں کے تعلقات کو اس حد تک بچھڑا جائے کہ بزرگوں کی نصیحت سے اثر نہ ہو جائے ان لوگ آمریت کی تہذیب و تمدن کا دیکھ کر چاہیں اس صورت میں ہم جو تمدنوں کو ان کے دینی عقائد سے منحرف کر کے انہیں علمائے دین کے دور کی جگہ لیں۔

(۱۴) عورتوں کی بے پردگی کے بارے میں ہمیں مسیحی تاریخ کی ضرورت ہے تاکہ مسلمان عورتیں خود پروردگار سے کی آرزو کر لیں۔ اس سلسلے میں تاریخی و نسلی و شواہد کا سہارا لیں کہ یہ ثابت کر دے کہ خود کا پروہ کا رواج بنی ہاس کے دور سے ادا

اور یہ ہرگز اسلام کی حدت نہیں ہے۔ اب وہ رسول اکرم ﷺ کی زیباں کو لکھنے پر دو دیکھتے رہے ہیں۔ حدود اسلامی کی طرف سے مذہبی کے قیام بدوں میں مردوں کے شانہ بشانہ رہی ہیں۔ ان کو کشمیں کے بار آورنے کے بعد ہمارے ماتبوں کا یہ فرض ہے کہ وہ خود ہواؤں کو مشورہ جنسی روابط اور عیال بھلائی کی ترغیب دیں اور اس طرح برائیاں کو اسلامی معاشرے میں رواج دیں۔ ضروری ہے کہ غیر مسلم عورتیں پردہ کی بے پردگی کے ساتھ اپنے آپ کو مسیحا معاشرے میں پیش کریں تاکہ مسلمان عورتیں انہیں دیکھ کر ان کی تائید کریں۔

(۱۵) جماعت کی فہم سے لوگوں کو روکنے کے لیے ضروری ہے کہ انہو جماعت پر الزام تراشیاں کی جائیں اور ان کے فتنہ و فحش پر مبنی دلائل پیش کیے جائیں تاکہ لوگ ان سے قطع ہو کر ان سے انہو رابطہ نہ لیں۔

(۱۶) تاریخی و شواہد میں سے ایک بڑی دشواری، بزرگان دین کے عواموں پر مسلمانوں کی حاضری ہے۔ ضروری ہے کہ مختلف دلائل سے یہ ثابت کیا جائے کہ قبروں کو اہمیت دینا اور ان کی آرائشات پر توجہ دینا عداوت و خلاف شرع ہے اور ختمی مرتبت ﷺ کے زمانہ میں مرد و عورتی اور اس قسم کی باتیں رائج نہیں تھیں۔ آج سے آج تک قبروں کو سارے کے ان کی زیارت سے لوگوں کو مشتہ کیا جاتے۔ مثلاً یہ کہانے کہ حضرت عیسیٰ مرتبہ ﷺ مسجد النبی میں مدفون ہیں میں بلکہ اپنی والدہ گرامی کی قبر میں سو رہے ہیں اور اسی طرح تمام بزرگان دین کے بارے میں کہا جائے کہ وہ ان مقامات پر نہیں جن مقامات ان سے منسوب کیا گیا ہے۔ حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، علی، عقیقہ میں مدفون ہیں۔ حضرت عثمان کی قبر کا کہیں پتہ نہیں ہے۔ حضرت علی کی آرام گاہ بصرہ میں اور وہ قبر جو کوفہ اشرف میں مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے اور اصل میں مسیحیوں کا شہید دفن تھا۔ امام

میں (نبی اللہ علیہ السلام) کا سر القدس مسجد "حنا" میں رکھیں اور آپ کے جسد
القدس کی تدفین کے بارے میں صحیح اعلان نہیں ہے۔ کائناتین کی مشہور زیارت
گاہ میں امام موسی کاظم علیہ السلام اور امام تقی علیہ السلام کی بجائے دو مکانی شیعہ
رکھ دیے ہیں۔ مسجد میں امام رضا علیہ السلام نہیں بلکہ بارون الرشید رکھ دیے ہیں۔ سامریہ
میں بھی امام تقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی بجائے عباسی خاندانوں
کی قبریں ہیں۔ طبعی کے قبرستان کے سلسلے میں پوشش رکھ دی ہے کہ دفنانے کے کیساں
ہو جائے اور امام اسلامی ملک کی نہایت گاہیں دیرانوں میں بدل دی جائیں۔

(۱۸)

خاندان رسالت سے اہل تشیع کی عقیدت و احترام ختم کرنے کے لیے جھوٹے اور
بدلتی روایات پیدا کیے جائیں اور اس نام کے لیے مسیحیت اور افریقہ کی ضرورت
ہے جو علماء کے ساتھ لوگوں میں غلط فہمیوں اور اپنے آپ کو اولاد رسول سے نسبت
دینا اس طریقہ کے ذریعہ کی حقیقت سے واقف ہیں اور مسئلہ حقیقی سادات
سے برگشتہ ہو چکے ہیں اور اولاد رسول پر شک کرنے لگے ہیں۔ دوسرا کام یہ
کرنا ہے کہ حقیقی سادات سے انکار کیا جائے کہ رسول سے ان کے عاصی اقربائیں
تاکہ غلط فہمیوں سے دنیا کی فاسلہ خیز اور لوگ غلامانہ تمام چھوڑ دیں۔

(۱۹)

امام حسین علیہ السلام کی مراد اسی کے سوا کہ کو شیعہ کر کے ان کو دیان کر دیا
جائے اور یہ کام مسلمانوں کی گمراہی کی راہ سے روکنے اور دین کو بدعتی اور
ناپسند سے بچانے کے عزم سے ہونا چاہیے۔ انہیں تمام گوشوں کو بروئے
کار لا کر لوگوں کو غلط فہمیوں میں جانے سے روکنے کی کوشش کی جائے اور
عزادوں کو بدعتی فتنہ کیا جائے۔ اس کام سے لیے امام بارگاہوں کی تعمیر اور
علامہ ائمہ کے انتخاب کی شرائط کو سخت بنایا جائے۔

(۱۹) آزاد خیالی اور چین و چاروں والی کیفیت کے مسلمانوں کے اہل ان میں رائج کرنا

چاہیے تاکہ ہر آدمی آزادانہ طور پر سوچنے کے قابل ہو اور ہر کام انہیں مرضی سے
انجام دے۔ اس بارے میں معروف اور نئی عمریں ان کے واجب نہیں۔ احکام شریعت کی
ترک و وجہ عمل نہ کرنا چاہیے۔ اگر امام المعروف اور نئی عمریں ان کے واجب نہیں۔ احکام شریعت کی
سمجھا جائے تو بھی یہ کام ہوا دیا جائے۔ امام کا اس کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

(۲۰)

نسل کو کفر و بول کیا جائے اور مراد کو ایک سے زیادہ چوبی اختیار کرنے کی اجازت نہ
دی جائے۔ نئے قوانین وضع کر کے شادی کے مسئلہ کو مضحکہ خیز بنایا جائے مثلاً حرب
مروارانی صورت سے اور ایرانی مرد کو حرب صورت سے شادی کی اجازت نہ دی
جائے۔ اس طرح مذہب و ایمان میں شادی نہیں کر سکیں گے۔

(۲۱)

اسلامی تعلیمی آگاہیت کے مسئلہ کو حکم و لاکن سے روک دیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ
اسلام اصول دین دین دین نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق صرف ایک قبیلہ اور ایک قوم
سے ہے جیسا کہ قرآن نے انکار کیا ہے:

(۲۲)

"ایمان تو ہمارے اور تمہارے قبیلہ کی ہدایت کے لیے ہے" (سورہ فرقان آیت ۲۲)
مساجد، مدارس، ترقیاتی مراکز اور اچھی غیاہوں پر قائم ہونے والی تعلیمات سے
متعلق اسلام کی تمام سنتوں کو خاتمہ یا کم از کم محدود کر دیا جائے۔ اس قسم کے
ادوار کا تعلق علماء سے نہیں بلکہ مریدان ملت سے ہے اور مذہب کو امت میں اس قسم کا
کام انجام دینا بھی ان کی تو ذرا ان کی ذہنی قدر و قیمت دینی ہے۔

(۲۳)

ضروری ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں کوئی بدعتی قرآن میں کی مشی کی کے لوگوں کو
شک میں مبتلا کیا جائے۔ اس طرح ہر مذہب اور مذہب و انصاف کی کے ہاتھ میں تو قرآن
آمینہ قیامت، امام المعروف اور ہر جہاں سے متعلق آیتوں کو قرآن سے منفرد بنایا
جائے اور قرآن کو تو کی اور فاسی زبانوں میں ترجمہ کر کے پناہ دیا جائے۔

یہ سب مسلح فوجوں کی تربیت دینی جائے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں قزاقان، لڑائی اور لڑائی دہائی میں پڑنے سے پرہیز کریں۔ دوسرا مسئلہ اتحادیت و وفایت میں تشکیک پیدا کرنا ہے اور قزاقان کی طرف اس میں بھی ترقیب دینا ہے۔

مختصر یہ کہ اس دوسری کتاب میں بھی مجھے بڑی فائدہ بخش چیزیں لکھائی ہیں۔ اس کتاب کا نام "اسلام کو کیوں تھوڑی سی سے متاثر جانے کا" رکھا گیا تھا۔ اس میں وہ بہترین علمی پروگرام تھے جن پر مجھے اور میرے دیگر ساتھیوں کا کام کرنا تھا۔ اس کتاب نے مجھ پر بڑا اثر قائم کیا تھا۔ کتاب کے مطالعے کے بعد میں اسے واپس کرنے اور ایوانی خانوں کی وزارت کو لپکا جہاں دوسری مرتبہ سیکرٹری بنے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھے مخاطب دکر کہا:

"انجمن اور گورنمنٹ اپنا مقصد اس میں کرنا چاہتے ہیں کہ قزاقان باغی نہ رہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ان کی صورت میں تمام اسلام ملک میں تباہی مچا دے گی۔ لیکن وہ جانتے ہیں کہ قزاقان ایوانی خانوں کی وزارت کا شہریں ہے کہ وہ کام کی پیش رفت کے ساتھ ساتھ ان افراد کی تعداد میں اضافہ کر کے ان کے ایک ایک ملک کو چھوڑے۔ جب بھی ہمیں اس عظیم رعب کی تشکیل میں کامیابی ملی، یعنی تمام مسلم عالم اسلام پر چھاپا نہیں گئے اور اسلامی دنیا کو مکمل طور پر متاثر نہیں گئے۔"

میں سمجھتا ہوں یہ خوشخبری دیتا ہوں کہ ہم آئندہ ایک صدی میں اپنی مراد کو پہنچ جائیں گے اور آئندہ ہماری نسل اس کام میں کامیاب ہو کر نہ کہ سبک دہری اور لڑائی ضرور یہ دیکھنے والی دیکھیں گی اور میری مذہب اٹل کتنی معنی خیز ہے جس میں کہا گیا ہے "کل دوسرا اس نے بڑا ہی ہم نے کھلیا۔" ہم قوم پرست ہیں کل دوسرے کھلیں گے۔ جس وقت بھی عظیم برطانوی (دوسرے دنوں کی ماکہ) کو اسلامی ممالک پر فتح مندی نصیب ہوئی دیکھئے کہ سب سے ان کو دیکھئے کہ سب سے نجات پانے کی جیسے وہ بارود (۱۰) صدیوں سے برداشت کر رہی ہے۔

مسلمانوں نے اس عرصہ میں ہم پر بڑی ہتھکنڈیں مسلط کیں جن میں سب سے ہتھکنڈیں بطور مثال ہیں۔ یہ ہتھکنڈیں مکمل طور پر کیلچر کی طرف سے متاثر تھیں کہ یہاں سماجی قیاد و عادت گہری و پانی و چابی اور لوٹ مار کے کوئی تصدیق نہیں تھا لیکن اسلام کے خلاف یہاں ہتھکنڈیں مکمل طور پر کیلچر کی طرف سے متاثر تھیں اور قیاد و عادت گہری و چابی ہتھکنڈیں ہے۔ ان میں اس کا رد و جلدی بھی نہیں ہے۔ عظیم برطانوی کی حکومت نے اس کے منافع کے لیے کبھی اس کے ساتھ آگے بڑھنے کی اور بڑے پیمانے پر اس کے ساتھ اپنے عظیم کاموں کو دیکھنا کرنا ہے کی اور ان کے مقصد میں کامیاب ہو گئی ہیں۔ ہم ضروری و مانع پر فوجی کاموں سے بھی روک نہیں کر رہے تھے کہ اس صورت میں ہرگز ہم اسلام کی طرف سے پوری طرح چھاپا نہیں گئے اور کچھ خاصہ روزی و نجات سے پرہیز نہیں گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسٹیبلشمنٹ کے حکمران بڑے دشمنی اور نفرت کے ساتھ ہیں اور اس کی جلد میں اپنے پروگراموں میں کامیاب نہیں ہونے کی وجہ سے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ان کو ان سکولوں میں ترقی دینا ہے جو ہم نے ان کے لیے قائم کیے ہیں۔ ان میں ان علاقوں میں متعدد چرچ بھی قائم ہیں۔ شراب، جوا اور ڈنس رانی کو اس طرح پھیلانا ہے کہ جو ان نسل و دین و مذہب کو پھیل جائے۔ ہمیں اسلامی ممالک کے حکمرانوں کے درمیان اختلافات کی آگ کو بھی دوارنا ہے ہر طرف ہرج مرج اور فتنہ بڑا کرنا ہے۔ ارکان حکومت اور مسلمان شہریت کو مسلمان و پھیل اور شوخ و فحش عیسائی عورتوں کی دام میں پھنسانا ہے اور ان کی مکمل طور پر پرکریوں سے روکنا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ اپنی دینی اور اسلامی اقتدار سے باہر نہ ہوں۔ لوٹ مار سے بچنے و چاہنے اور اسلام کے بارے میں ان ایمان مندوں کو روکا جائے جس کے نتیجے میں تمام حکومت اور قوم کو اتحاد ٹوٹ جائے اور ایسے حالات میں جب کہ آگ بجھ کر کہ ہم ان ممالک میں اسلام کی جڑیں اٹھا کر نکالیں گے۔

قزاقان کی وزارت نے سیکرٹری نے اس دوسرے ماہ سے بھی پروہ اٹھایا جس کا ان نے مجھے یہ وعدہ کیا تھا اور میں شدت سے اس کے انتظار میں تھا۔ ۱۰

بگڑا ہوا دشمن کے تمام فرقوں میں بھی اس قسم کے مذاہب کو ترک کر دیا جاتا چاہیے اور پھر ان میں اختلافات کو ہوا سے کر نفرت لگا دو بیچ بوجا چاہیے کہ ان کا ہر فرقہ اپنے آپ کو کچھ سلطان اور دوسرے کو کافر سمجھتا ہے اور وہ مذہب اختیار کر لیں۔

(۷) دنیا ولایت و شہرہ کوئی اور جہاد اہم و ضروری نہیں ہے مسلمانوں کے دینیان راج کرنے کی ضرورت ہے۔ ان دینی عاقلوں کو مسلمانوں میں پیچیدگی کے لیے ملتا ہے۔ ان لوگوں سے زیادہ دینی چاہیے جو مائل اسلام دیگر مذاہب سے وابستہ تھے اور خوش قسمتی سے ان کی تعداد کچھ کم نہیں ہے۔

(۸) اہم اور حساس عہدوں پر غلط کار اور تائب افراد کو قرار دیا جاتا ہے چونکہ ریاستوں کی سربراہی نوآبادیاتی عاقلوں کی وزارت سے وابستہ دینی چاہیے تاکہ وہ افغانستان کی حکومت کے لیے کام کریں اور ان سے احکامات وصول کریں۔ پھر ان با اثر افراد کے ذریعے نامہ معاہدہ پیشیدہ طور پر وقت کے سہارے روہیل آئیں اہل بیت کے چنانچہ میں مسلم بادشاہوں کا ہاتھ بولا۔

(۹) غیر عرب مسلم نمائندگی میں عربی ثقافت اور زبان کے پھیلاؤ اور کھلاؤ اس کی بجائے مشترک و فارسی گوئی، پشتو، اردو، دری و زبانوں کو ان مذہبیوں پر رائج کرنا تاکہ عاقلانہ زبانیں روانہ پاک عربی زبان بولنے والے تباہی میں آتے آئیں اور فصیح عربی زبان کی جگہ اختیار کریں۔ اس طرح اہل لب و لہجہ زبان اور سنت سے روشنی لٹ جائے گا۔

(۱۰) حکومتی و فرائض میں مشیروں اور ماہروں کی حیثیت سے برطانوی مصلیٰ اور جاسوس کی حیثیت میں اضافی اس طرح اسلامی نمائندگی کے وزراء اور امراء کے فیصلوں میں ہمارا کس شامل رہے گا۔ اس مقصد تک پہنچنے کے لیے سب سے بہتر راستہ یہ ہوگا کہ ہم پہلے چین اور متحدہ غلاموں اور تھیلوں کو تعلیم و تربیت دیں اور پھر انہیں

حکمرانوں، مشیرانوں، وزیریوں، ایسٹرن اور اہم دینی عہدوں پر قائم یا اثر افراد کے ہاتھوں سے کریں۔ یہ تمام اپنی صلاحیتوں اور فہم و فراست کی بنیاد پر ان کے نزدیک اپنا مقام پیدا کریں گے اور آہستہ آہستہ ان میں ملوث کے مقام حاصل ہو جائے گا اس طرح مسلمہ اہل میں ان کا ایک امن پسند چہرہ ہو جائے گا۔

(۱۱) مسلمانوں کے مختلف طبقوں خاص طور پر فاضلین، انجینئروں، حکومت کے مالی امور سے وابستہ عہدہ داروں اور ان جیسے دیگر روشن فکر افراد میں مسیحیت کی تبلیغ و ترویج، کلیساؤں، عیسائی اسکولوں اور کلیساؤں سے وابستہ شغافانوں کی تعداد میں اضافہ، تبلیغی کتب و رسائل کی نشر و اشاعت اور متوسط طبقہ کے لوگوں میں ان کی مفت تقسیم، تادمی اسلام کے مقابلہ پر تادمی مسیحیت کی تلاش کا اہتمام، مسلمانوں کے حالات و کیفیات اور ان میں حکومت برطانیہ کے اعمال اور جاسوسوں کا تقریباً ہر زبان کا دائرہ عمل اسلام نمائندگی میں زیادہ کلیسیائی ہوں گی۔ ان عالم فرائض جاسوسوں میں بعض کا کام یہ ہوگا کہ وہ مشرق اور اسلام شناس بن کر تاریخی حقائق کی شرح تحریر کریں اور انہیں بیکس کھانے کی کوشش کریں اور پھر راولپنڈی کے فرائض اور اسلامی نمائندگی سے ضروری اطلاعات حاصل کرنے کے بعد اپنے ساتھ لے جایا کریں جو اسلام کے فضائل اور عیسائیت کے فائدے میں ہوں۔

(۱۲) مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں میں فروغ دین اور مذہب سے بچاؤ کی ترویج اور انہیں اسلام سے اسلوب و مبالغہ کی سچائی کے بارے میں باطن کرنا اور یہ عام مشی اسلوب، افغانی، ہندو اور اسلام دشمنی پہنچا کر ان کی دلچسپی اور خوش باشی و سامان فراہم کرنے والے طبقوں اور غریب طبقوں پر استوار مسلم اور غیر مسلم جوانوں کو پھانسنے کے لیے یہودی اور مسیحی نوجوانوں کی شرکت سے انہیں انجمنوں کی تائیں۔

۱۱۴) اسلام کو کوڑا دینے کے مسلمانوں کے اہل حق کو کوڑے سے روکنا اور انہیں زندہ رکھنے کے سبب کے بارے میں سوچنے اور ترقی کا راہ میں آگے بڑھنے سے روکنے کے سبب کے اصلاحی کام ملے ہیں اور یہ دونی طریقہ پر پیش قدمی آئے ہیں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے بچھڑکا دیا، اے کے لیے وہ اس سے بچھڑائے اور ملی دولت و مالی فحاشی اور مذہبی حقوں کو پامال سے دیا کرتا ہے مسلمانوں میں۔ میں عمل اور دلائل کی کمی کو ختم کرتا ہوں۔ میں ان میں اختلاف پیدا کرتا ہوں۔

(۳۳) اسلامی نمائندہ کے اقتقاد دی، نظام کو دور ہم کر ہم کر جس میں ذراعت اور احادی
کے تمام ذرائع شامل ہیں۔ اس عقیدہ کو پورا کرنے کے لیے بدل میں بیخافہ
یہ فکر اور پاکش میں رہتے کی سطح کو بھی کرنا لوگوں میں سبکی، انتہا اور پاکش اور
تحت اس کی کو فروغ دینا، پیداوار اور تولیدی امور کی طرف سے لوگوں کی پہلے
توجہ کی کو تھمت دینا اور ان کو مفیشت کا سماجی عناصر دے دی۔ (۱)

اس بارے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ مذکورہ چودہ ذاتیں انتہائی غریب و مسکین کے ساتھ ضبط و تحریک میں لائے گئے تھے اور ان کے ساتھ تھیں، علاقہ میں اور تو یہ کبھی بھی گیا۔ میں نے یہاں اٹھارہ اشاعت کی نشاندہی کی ہے۔ مختصر یہ کہ روایاتی حقائق کی وزارت کے ریکورڈ میں اس بارے میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے میرے ذات سے وابستہ سرکاری تصدیقی اہمیت کے لئے ان اشاعتوں نے مجھے اتنی اہم اور خفیہ کتاب پڑھنے کو دی تھی کہ میں دوسری بار بعد ازاں اہم اہم نظر لیا اور ہر ایک مجھے لندن میں دیا۔ اس کے بعد روایاتی کی طرف سے مجھے عراق جانے کا حکم ملا۔ میرا یہ سفر صرف اسی شعبہ کے لیے تھا کہ میں محمد بن عبدالوہاب کو بتاؤں کہ ان کے اہلکار کی حوصلہ نہ دہ کروں۔ ریکورڈ میں نے بار بار مجھے تاکید کی کہ میں اس کے ساتھ

(۱) اگر بظہر غار اٹھا جائے تو آج سطلانِ روم و ترسانہ جوں کا کھار ہو چکے ہیں اور مجھ پر سترجہ کا باعث بن رہی ہے۔

چلے۔ بیت اور ہوشیاروی کے ساتھ چائے اُٹھل اور مقدمات اسور کی آبادی میں چکر لگاتے ہوئے اُتارے۔ یہاں پر آئندہ حق اور انصاف کی حصول ہوئے۔ رانی پر چوڑوں کی بیخیز اور پستیز کی آواز سننے والے تھے۔ انھوں نے کہا کہ اب یہاں قاضی محمد نور اور آبادی رانی کے ساتھ آئے ہیں۔ عورتوں کو اور رعایا کو ملنے والے مسیح پرین آئی ہے۔

ان کے بعد سیلہ لڑی ہے اپنی گفتگو پہ رنہ کرتے ہوئے آیا:

۱۰) انھیں محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ دلائل واضح اور دونوں الفاظ میں شکوکہ کرنے سے پہلے کہ وہ امارت میں انصاف میں اس سے بڑی سہراحت کے ساتھ پیشینہ میں گفتگو کر چکے ہیں اور وہ ان باتوں کو مان چکا ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ اسے عثمانی عدالت کے منافی اعمال اور متعصب گروہوں کے اقوال آنے والے منہ بابت سے چھپا چکے ہیں اور اس کی حمایت اور تحفظ کا پھر پھر اصرار کیا جائے لیکن اس کی دعوت کے خلاف ہوتے ہی پہلے سے اسے ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی اور خطرناک صورتوں میں اس پر حملے بھی کیا جائیں گے۔

حکومت برطانیہ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو اسلئے سے اچھی طرح لیس کرنے سے بعد ضرورت سے متوقع پراس کی مدد و کیا تیار نہ کیا لی کسی اور شیخ علی رضائی سے ملاقات جزایہ العرب میں واقع نجد کے قریب علاقہ کو اس کی حاکمیت کا بیان تھا۔ قراوہ تھا۔

فتح کی۔ ادا ہے کہ خبریں کہ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور میں نے سیکرٹری سے صاف یہ سوال کیا کہ میری آنسوؤں کی فہماریاں کیا ہوں گی؟ مجھے اس کے بعد کیا کرنا چاہیے؟ اس سے کہیں شک کا علم لیتے ہوگا۔ لیکن میں اپنے فرائض کا ہواں ہوں۔ آغا کر دوں؟

یک طرف نے جواب دیا: "یاد رکھو! ان دنوں کے زمانے میں تمہارا فرض کو بڑی وضاحت سے متعین کیا جا سکو اور ان کے بارے میں تم کو کچھ ایسا علم ملے گا جو دنیا میں ان کے خدشہ میں شمولیت اختیار کرنے والے مسلمانوں کی تکفیر اور ان کے مال و عزت اور آزادی کو بڑی کور کر سکتا ہے۔" انھوں نے یہ عرض کر کے اپنے ہاتھوں کے درمیان کچھ لکھ کر رکھ دیا۔

(۲) بہت پرستی کے بہانے بھارت اور کانیا خانیہ کا اقتدار اور مسلمانوں کو فریادیں گج سے روکنا اور انہوں کے جان و مال کی عمارت گری پر قبائل عرب واکہ۔

(۳) حرب قبائل و داخلی خلیفہ کے مصلحت سے سرپالی کی ترغیب دینا اور نافرمانی کو گوں کو ان کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنا۔ اس کام کے لیے ایک ہتھیار بند فوج کی تشکیل۔ اشرف تہذیب کے احترام اور اثر و نفوذ کو لوڑنے کے لیے انہیں ہر ممکن طریقہ سے پریشانوں میں مبتلا کرنا۔

(۴) ذیہر اسرار علیہ السلام کے ہاتھوں اور کئی طبعی اسلام کی ہرگز پر و خصلت بیوں کی اہانت کا سامنا کرنے اور اس طرح شرم و ہت پرستی کے آداب و رسوم کو مٹانے کے بہانے کہ دینا اور دیگر شہروں میں جہاں تک اوست مسلمانوں کی زیارت گاہوں اور قبروں کی تاراجی۔

(۵) جہاں تک ممکن ہو سکے اسلامی تہذیب و تمدن میں فتنہ و فساد و شوش اور بدعتی کا پھیلاؤ۔

(۶) قرآن میں کسی بھی شخص پر شہادت عادی نہ دینے اور ایسا کی رت ایک جدید قرآن کی نشر و اشاعت۔

سکری نے اپنے اس چور خانیہ پر و نام کی تشریح کے بعد سے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو انعام دینا تھا اپنی گفتگو باری کہتے ہوئے کہا:

"اکیس سال پہلے تکریم کی دشواریاں تھیں گھر اہت میں چلتا نہ رہیں۔ ہم سب کا یہ فریاد ہے کہ اسلام کی حاکمیت اس سرزمین پر کبھی دین تاکہ نامی آئندہ ملیں اس راہ پر آئے ہیں میں اور کسی فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچ گئیں۔ یہ طاعن کی حکومت جو میں اس صبر آراء و امانت کو دشواریاں سے واقف ہے۔ کیا محمد علیہ السلام کے لیے کہا اپنی اس تہذیب کو انہاد کو برپائیں کیا محمد بن عبدالوہاب بھی (نور اللہ) محمد علیہ السلام کی طرح نہ ہو۔ پیش نظر ان کتاب کو شہر و کر سہجہ۔"

اس ملاقات کے چند دن بعد میں نے ذیہر اور بکرہ میں سے ترکی اجازت حاصل اور پھر مکہ و اہل اس و دوستوں کو اطلاع کیا۔ گھر سے باہر نکلتے ہوئے میرے چھوٹے لڑکے سے ملے۔ لڑکے میں گہرا "بابا ملدن" شرا ہے گا۔ "اس کے اس شیلے سے میری آنکھیں نم اور آنکھیں اور میں ان اشکوں واپس نہ دینی سے نہ چھپا سکا۔

بہار چار بھر ہوئی بہت دنوں ہوئے۔ شرا اور خلیفہ طرف کے بعد رات کے وقت میرے چچا اور سپہ سالار اب الرافہ ترکمان کے گھر پہنچا۔ وہ چچا کو رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی بہت شوش ہوا اور بڑی خوشی سے ۱۱- استقبال کیا۔ میں نے رات وہاں کاٹی۔ دوسری صبح مجھے عبدالرحمن سے ملا۔ وہ ایک عہد بن عبدالوہاب کے گھر میں بیٹا ایران سے لیسہ پہنچا اور ابھی چند دن پہلے کسی معلوم مقام کی طرف خدانگاہ کر گیا ہے۔ عبدالرحمن نے یہ بھی بتایا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب میرے نام ایک خط بھی لکھا ہے۔ اس خط میں اس نے اپنا یہ تجویز لکھا تھا۔

دوسرے دن میں اہل اعزاز محمد واد اور بڑے دوستوں کے بعد شرا بھٹو پر پہنچا

اور شیخ سے اس کے گھر پر ملا۔ اس کے چہرے پر یہ شک و شبہ اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے۔

میں نے اس خصوص پر اس سے گفتگو مناسب نہیں سمجھی لیکن جلد ہی مجھے چاہاں گیا کہ اس

نے دوسری شادی دہلی کی ہے اور بیٹی رولابہ میں ارفا سے ہم سے لگا چکا تھا طاعت کھو گیا

ہے۔ میں نے اس بارے میں اسے نصیحت کیں اور بتایا کہ ابھی ہم دونوں نے مل کر بہت

سے اور انعام دے دیے ہیں۔ اس منہ پر ہم نے پہنچے تاکہ میں اپنے آپ کو "عبداللہ" کے

فرض نام سے بلوڑاں۔ پیش تر اس کا اور بتاؤں کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نے مجھے یہ وہ

فرشوں سے دو سے خریدے ہیں چنانچہ شیخ نے لوگوں سے میرا ہی عنوان سے تارف کر لیا اور

بتایا کہ ابھر میں اس کے کام سے محمد بن عبدالوہاب بیابان نجد پہنچا ہوں۔

نجد میں رہنے والے شیخ محمد بن عبدالوہاب کا ظلم سمجھتے تھے۔ یہاں یہ بھی جانا

شہر دہلی ہو گا کہ اس مقام پر شیخ کی ذات کا سامان آرازم کر لے میں ہمیں دو سال کا عرصہ

لگا۔ ۱۱۱۱ھ کے ۱۱۱۱ھ میں محمد بن عبدالوہاب نے حج بیتہ الحرام میں اپنے سنے دیئے

علوم کے ماہرین، اساتذہ و پیشوا اور مہتمم مدعوں نے دنیا کے اسلام کے گوشے گوشے میں اپنے اہل و عیال کو، زمین اور آسمان کی ہر جگہ پر بے غلطی تک کی جانب روانہ ہو گئے۔ کہیں بے حد دور، ایک ٹھیلے پر کی گئی جہت کی پیروی کے لئے موت و ان کے رسول کی قیام کا گھر پر تعمیر کیا۔ جی اے اوہ داران کے مہذب پر طرماں اسلام کے واسطے وقفہ تھے۔

قزاقوں کو ان کے اہل خانہ کیلئے ایک حد تک ایجنسی، مگر پھر بھی کہا جاتا ہے کہ اس ایجنسی ہے اختیاری اور عملی اطاعت پر ان کو توجہ ضرور دینا چاہئے۔ یہ سبھی ان کی تباہیاں بھی کھلی تھیں۔ عثمانی حکومت کی قدرتی بارش، اشغال، ان سے پہلے ہی حرکت میں آ چکی تھی اور حکومت کے اہل کار اپنے حدود میں اور سفیر دوسرے اسلامی ممالک میں اس انداز اور اس ارادے کے تمام لوگوں کی اطاعت کے واسطے تھے۔ ان افکاروں اور سفیروں نے ان احکامات تھے وہ ان کے تمام مابین، ان کے اہل خانہ ان کے اہل وعیال کو، اگر وہ چاہیں، تو قطعاً تھک کے واسطے ہیں ہر طرح کی سمجھوتہ فرما رہے ہیں۔ دوسرے سلطان وقت کے حکم سے قطعاً تھکے چند فرسنگ کے باہر بہ انہوں میں ایک خود کش اور کشادہ دل تیار ہو چکی تھی۔ پھر جب ان کے روزگار لوگوں کے قافلے پہنچنے شروع ہوئے، تو ان کو ان کے روزگار کے ہوتے ہی اس کی بہت سی گالیاں اٹک گئیں۔ ان میں بساں جاسٹ اور حکومت مکمل طور پر ان کی گیلیں ڈالیں۔

اس عمل میں کوئی پندہیز گزرتے ہوئے اب یہ یقین سے کہا جاسکتا تھا کہ اس سبق میں اپنے وقتوں کے ظہیر ترین فلاسفہ بھی ہو چکے ہیں۔ اب خود سلطان وقت اس ہی سستی میں تھکے اور اس نے خاندانی بہادروں کا اٹھایا غلبہ کر کے منصوبے پہ ڈال دیا اور اس کے سامنے رکھا۔ منصوبے پہ اگر اچھا حصہ ملے گا۔ بہتر ہے کہ یہ سب سے پہلے انہوں نے اپنے بچوں (دادا اور ماموں) کی صدمت میں انہوں کو دینے شروع کر دیا۔ اب غلبہ کرنے والے اور اس پہنچے کے جوان ہونے یا اپنے عمر پہنچنے تک اس کی دلجوئی اور نگرانی میں اپنا عمل پوری کر دیا۔ اور حکومت کا قیام تھا۔

[illegible]

چنانچہ پچیس برس بیت گئے اور ان کو لکھے بغیر مدوں کی ایک نئی اور خاص نسل نشو و نما پر تیار ہو گئی۔ یہ ہمیں سے چالیس برس عمر کے مخصوص اور نیک اطوار نوجوانوں کی ایک ایسی جماعت تھی کہ جو محض اپنی اپنی آجائی اور خاندانی فنون ہی نہیں جانتے اور رعنائیاں تھے، بلکہ اس جماعت کو فرماؤ حال قرائد، اندام، غماز، مسلمان ہونے کے علاوہ ایک صحت مند، جوان اور اچھا شہزادہ بھی تھا کہ پہن کے لحاظ سے ان کو طم تھا کہ یہ وہ چیدہ لوگ ہیں کہ جن کو ایک روز کسی سے وعدہ ہو ایک میلہ رکھنا، بیش، بخت کی کیا ہر کام کے سناو سے اپنے رسول کی قیام گاہ کے گرد ایک ایسی کارستانی عمارت تعمیر کرنا ہے۔ جو آسمان کی جانب اسی زمین کا دواور نشان ہو۔

ترکواں کے اعلانِ اول سے لے کر اب تک کوئی ایس نہیں سن زیادہ دیت چکے تھے، اور مسجد بوٹی کے ہمار، جن کی تعداد کوئی پانچ سو کے جہک بتائی جاتی ہے، و تیار تھے۔ ایک طرف تہتر، نہوں کی ہی جماعت تیار ہوئی تھی اور دوسری طرف ایک حکومت کے اہل کار عمارت کے واسطے ساز و سامان اکٹھا کرنے میں مصروف تھے، حکومت کے شعبہ کارکنان کے باہر بنانے خالص اور صومہ و دیکہ دیشے کے پتھری کی باطنی کارنامہ روزیافت کیس کی جن سے صرف ایک بار پتھر حاصل کرنے ان نو مجسمے کے واسطے بند کر دیا گیا۔ ان کارخانوں کی جانے وقوع کو اس حد تک صیغہ ساز و سامان رکھا گیا کہ اسے کوئی شخص نہ سمجھ سکی میں استعمال ہونے والے پتھر کہاں سے آئے تھے۔ بالکل سنہ اور ان چھوے جنگل روزیافت کے گھمے اور ان کو کھٹ کر ان کی گاڑی کوئیں برس تک جانہ کی آب و ہوا میں آستان کے صومہ

گمیا۔ رنگ حاصل کیے اور پیشہ گروں نے پیشہ بنائے۔ کسے واسطے جائز ہی کی ریت استعمال کی۔ چھ کاروباری کے قلم امیران سے من کرنا نے، جب کہ خطای کے واسطے بغیرے دریاے جہنا اور دریاے نیل کے پانیوں کے کنارے آگے گئے۔ غرض یہ کہ جب تک ان ہنرمندوں کی جماعت تیار ہوئی، ان ہی کے ہنرمندوں کی خاص طور پر تیار کردہ ٹولوں نے ہمدانی مسلمان بھی فراہم کر لیا۔ یہ سارا ہمدانی مسلمان ہنرمندوں کی جماعت کے نہایت ہی اعتیاد سے خلقی، چہرہ سندہ اور چہرہ خشکی کے واسطے تیار کی سر زمین تک پہنچا دیا گیا کہ جہاں مدینے سے چار فرسنگ دور ایک نئی ہستی اس تمام مسلمانوں کے ہنرمندوں کی تعمیر کے دوران رہنے سہنے کے واسطے پہلے ہی تیار ہو چکی تھی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تعمیر مدینے میں وہ کئی تھو پھر ساز و سامان مدینے سے رکھا جائے۔ آخر یہ چار فرسنگ (چار میل) دور کیا؟ اس کی وجہ ترک یہ ہوتے ہیں کہ آخر ایک نئی جماعت تیار ہوئی تھی تو جس کے واسطے مختلف جہازات کے ہزاروں تیار کرائے جاتے تھے وہ بڑے بڑے چٹانوں سے تیار کیے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے ایسے ضروری ہمدانی عمل ہوئے تھے کہ جن میں نہر کا بنی عدا، کان تھار، جگرہ یہ یہ چاہئے تھے کہ عمارت کی تعمیر کے دوران مدینے میں ذرا برابر بھی کافی شور نہ ہو، جو جس فضائی جہاز کے رسول کی آنکھیں دیکھیں اور آواز سنیں ہوئی تھی وہ اپنی تیار ہو سکن اور کاروائی کرتے۔

سورہ امیر کا کام کہ جس میں ذرا سا بھی شور کا امکان تھا، مدینے سے چار فرسنگ کے فاصلے پر ہوا اور پھر ہر چیز کو ضرورت کے مطابق مدینے لے آیا گیا۔ ایک ایک چہرہ پہلے وہیں لایا گیا اور پھر مدینے لائے گئے۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ چٹان کے دوران کسی چٹری کی سنگائی کو زبردیا ثابت ہوئی یا کوئی چٹان یا بظاہر بڑا بڑا پتھر تو اس کو جلالت میں شوکت تھا کہ وہیں رسول پاک کے سر ہانے ٹھیک نہ کیا گیا، بلکہ چار فرسنگ دور کی ہستی لے جا کر اور ارست کر کے وہاں مدینے لایا گیا۔ یہاں یہ بھی چار فرسنگ کے دور میں ذرائع مواصلات

کیا تھے۔ ہماری پوجہ نہایت سست و قمار کی اور سہرے سے ایک جگہ تھوڑی جگہ لے جایا جا تھا اور انسانی عقل و عمل کے واسطے سب سے تیز رفتاری اور سہرے سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جا تھا اور انسانی عقل و عمل کے واسطے سب سے تیز رفتاری اور سہرے کے علاوہ کوئی اور ہستی۔ جبکہ سارا ہمدانی مسلمان اپنی خاموشی میں مدینے کے مضافات والی ہستی میں تخلیق کر لیا اور پھر پانچ سو کیلک جگہ ہنرمندوں کی جماعت نے بھی اپنی ہستی میں آن کر سکونت پائی تو سب کچھ اب اس جماعت کے سر پر کر دیا گیا۔ اپنے فنون کے استعمال اور اپنی تخلیقی عمل میں یہ فکر و ہنرمند با عقل آزاد تھے۔ صرف دو احکامات ان کو دیئے گئے۔ اول یہ کہ تعمیر کے عمل اول سے لے کر کھنڈیل تک اس جماعت کو ہر ہنرمند اپنے کام کے دوران با وضو ہے اور وہ یہ کہ اس دوران وہ ہر کوئی عداوت قرآن پڑھ کر رکھے۔ سوا وضو جانے قرآن ہنرمندوں کی یہ جماعت پورے پندرہ برس تک مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف رہی اور پھر ایک مجمع اعلیٰ کہ مسجد نبوی کے عمارتی نظام کی بنیادی ہے، تعمیر کی اور ان نے زمین سے نہایت ہی بھرپور اور ایمان سے آگے اس عمارت کے مکمل ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہاں یہ خاص غور طلب بھی تھا اور ذرا دیکھی۔

یہ عمارت کیسی ہے، کہاں کہاں ہے اور کہاں لے جاتی ہے؟ اس کی بارے میں سورہ انک کتاب لکھوں گا۔ یہاں صرف دو نکات تھیں کہ یہ عمارت اس جہان میں ہوتے ہوئے بھی اس جہان میں نہیں ہے۔ اپنے اپنے آپ میں قائم نہ کر اس عمارت کو تو دیکھو تو دیکھیں اور ہے۔ اپنے آپ سے باہر قائم دھرم کے اس کو، بھگوان نے کہیں اور اور ہم کچھ اور ہیں۔ پھر، غلط، دور، آواز، زمین، نسبت، ایمان اور فورے مل کر ممبر کی ایک نئی ہستی کی ہے۔ انسانی اوقات اگر رنگ، رنگ کے جھانگے چاروں تان کی ہستی میں ہے رنگ کا دھماکا اس عمارت کا نور ہے، تو کہ اس ہستی کو کھنڈیل یعنی انہی دھماکے اور اوقات کا ایک دھرم سے ایک جائز اور تخلیقی رابطہ بن کر اوقات کو ایک مرکز بھی بنا، انہم کرتا ہے اور اوقات کے اس مرکز

تہ آم کو اپنے رول پلٹنے کی آوازیں آتی تھیں جیسے خلافت کو بھی ہوا اور آواز بھی، مگر جیسے آواز پر نہ بھی ہوا اور بھی کہ اندھیرے میدانوں میں بھی نور کا شجر اگے تو بھی نور کی آوازیں میں اندھیرا، خود ایک شجر ہو کہ جیسے درمحل نور ہی نہ ہو، بلکہ نور ہی بھی ہو۔ سبب ریاض الدیوب میں اس خاکہ کے تم پر اپنے رسول ﷺ کے سر جانے کے تصور کو کشف ہوتا ہے کہ آخر محبت کے کیا معنی ہیں اور محبت کی کیا حدود اور پیر وہ نام بندہ مند پاؤ آتے ہیں کہ جن کو اپنے ہنر سے اس واسطے محبت بھی کہ وہ ان کے رسول ﷺ کی قیام گاہ کی حیثیت، سکون اور جرئت کو قائم رکھنے، دینے اس عمارت کو اس خاکہ کے طرہ پر تعمیر کیا تھا کہ آج اس عمارت میں محض ان کا بنی نہیں، بلکہ ان کے اہل کا فیض بھی محفوظ ہے، اور پھر بڑوں کے واسطے دعا دار سے پرچہ دے بلکہ دینی ہے۔

گھر کی حد یا اس حد تک نہیں۔

اندرونی سازشیں اور بیرونی ظہریں کے رپا کے تحت پانی نکوشیں کمزور اور کئی حکومتیں اور طاقتیں ٹکڑے میں آتی رہیں۔ پھر یہ تیسویں صدی کا آغاز ہوا، یہی جنگ عظیم شروع ہوئی، اس جنگ میں حتیٰ کہ حکومت نے انگریزوں پر انجمنی اور اطالوی طاقتوں کے خلاف، ترکیں قوم کا ستروا۔ ۱۹۱۸ء میں ایک جرمین کا حکومت دینی اور مسیح پائے والوں نے جہاں بدینی کے ٹکڑے کی شکست کے ساتھ ساتھ اس کے اجتماعی دھماکہ و خاک میں لایا، وہاں انقلابی ناولوں بھی ٹکڑوں کے ساتھ ساتھ بڑے خاک میں شامل ہو گیا اور عثمانی حکومت کی آتش و دھبہ بھی فاتح ٹوٹنے لے، عثمانی سلطنت کے غفلوں پر حکومت کرنے کے در طریقے رائج کیے۔ پہلا طریقہ براہ راست حکومت تھا اور جہاں براہ راست حکومت ممکن نہ تھی۔ وہاں ایک خاص منصوبے کے تحت اپنے قبیلوں، سیاسی جماعتوں یا افراد کو سہارا یا طاقت دینا طے پا چکا کہ جن کی وساطت سے کچھ اندر اثر کر کے کو قائم نہ رکھا جائے بلکہ وہ نئے قوتوں اس میں مزید اختیار اور کشیدگی میں پھیلانی جائے۔

توں کی جنگ عظیم میں شکست کے بعد جرمنی و عرب میں جن طاقتوں نے ملاقاتی اور آفرینی کا کام اٹھ کر مکمل کیا، ہاتھ پاؤں چلانے شروع کر دیے تھے، ان میں سب سے پہلے کے آئیہ پیشہ، بائیسوں کا۔ دوسری قبیلہ بھی شامل تھی۔ جنگ عظیم کے دوران ہی یہ لوگ ایک خطہ معاہدے کے تحت انگریزوں سے مل چکے تھے۔ اس معاہدے کی دوسری انگریزین چاہتا تھا کہ جنگ عظیم کے دوران ہی قبیلہ اپنی باتوں، مصلحتوں اور چھاپوں وغیرہ سے ترک ہو جائے تاکہ اس کو برسرِ پیر کے کوششیں دینی میں انگریزوں کی حیلہ و دوں کی طرف اپنی طرف دہانی نہ دے سکیں۔ اس کے عوض انگریز نے چھاپا لگا کر انگریزوں کو جیت گیا تو وہ پہلا نچرا اور پھر مزید ہوتا ہے عرب میں انگریز قبیلہ کا تسلط قائم کرنے میں ان کی مدد کرتے تھے، یہ انگریز کا عہد تھا جو کہ کم از کم دو طرفہ تو ضرور ہوتا ہے۔ سوینی متحدہ عربوں نے تو نہ دیکھ سکتے قبیلے سے بھی کئی ہوا تھا۔ جس جو پیر و دونوں ممالکوں میں مشترک تھی، وہی چھاپوں کی شکست اور پھر ہوتا ہے عرب سے نکلا۔

یہ کیف ترکوں کی بارے کے بعد شروع طاقتوں (ابریل ۱۹۱۸ء) کے اٹھا اور ابراہیم سعودیوں نے اپنے علاقائی خلیفوں کو آزاد کرانہ شکست دے کر ۱۹۲۱ء میں سب سے پہلے پر اٹھا، مملکت دارانی، بادشاہت کا اعلان کیا۔ دبا۔ عالمی جنگ کے اختتام پر ترکوں نے پانچا سک خاں کا نظام چھڑکے، بدو قبیلے کے سردار کے سپرد کر کے بعد وہ حجاز میں اپنی حکومت صرف دینی طاقت کے ذریعے قائم کر سکتے ہیں۔ اس کو مطلب یہ ہو چکا کہ کسی حالت کی صورت میں خاک حجاز پر لو بہا نکال نہ دے جائے کہ اور خدا خواست کے اندر نہ رہیں مگر سولی چاہانی لازمی ہو جائے گا۔ یہ کہانی ایک شخص اور شخصیت کے باطن پر گھس گھسی۔ سو کچھ، جب وہ بیچارے بعد چھاپوں کی کمر، گواہ، حکم ہوا تھا، اور ترکوں نے طے نہ کچھ کے گور آخری طوفان کے مسجد کی کئی دلیلیں کو آخری بار چھاپا تھا اور خاک حجاز سے پیشہ کے واسطے چلے گئے تھے۔ اب انھیں خوارانہ خواروں و جزیرہ لاسطہ عرب کے بادشاہت

سے صاف نکل جانے کا اور اسے کس پشت والے کا اور اپنے ہی پتھر اور چٹان شروع کر
 دے گا اور اسے جس سے منہم و منسوب کر دے گا۔ (یعنی شربہ کا لغوی لگاتار کا،
) حضرت عہدہ دینی اللہ عزوجل مانتے ہیں) میں نے پچھو ان اللہ کے نبی ﷺ! شرک کا
 زیادہ حق دار کون ہے؟ شرک کی تہمت لگایا دیا شرک کی تہمت لگائے، والا؟ آپ ﷺ نے
 فرمایا شرک کی تہمت لگائے والا شرک کا زیادہ حق دار ہے۔ (یہ سند صحیح ہے) آخر میں دعا ہے
 کہ اللہ کریم ہمیں انبیاء و صلہ یقین، شہداء و مرسلین سے تقدر قدم پہلے کی توفیق عطا فرمائے۔



